

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

عِلْمٌ مُحَقِّقٌ كَاشِفٌ عَارِشَانَ دَارِ جَلَّةِ

الْصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ وَعَلَى آلِكَ وَأَمَّا بَكَ سَيِّدِي يَا رَسُولَ اللَّهِ

گجرات
پاکستان

ماہنامہ
اقبال سڈنت

INTERNATIONAL

رمضان المبارک 1432ھ بمطابق اگست 2011ء

تحفظ مقامِ مصطفیٰ کا نقیب
اور
نفاذِ نظامِ مصطفیٰ صلی علیہ وسلم کا علمبردار

شیخ الحدیث والتفسیر مفتی محمد شرف القادری محدث نیک آبادی

اسپرست
اعلیٰ

شیخ اشباح حضورِ اجماعِ محمد سلیم قادری رحمہ اللہ

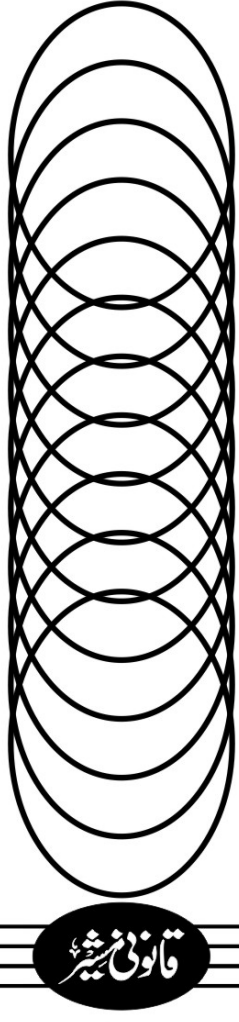
بفیضانِ نظر

مشاورت

مفتی محمد معروف سبحانی
صاحبزادہ محمد عبداللہ جیلانی
علامہ محمد عبدالرحمن قاسمی
مفتی محمد عیوب قادری

معاونین

علامہ محمد فضل غنی قادری
علامہ خالد محمود قادری
علامہ اصغر علی قادری
علامہ محمد اعظم قادری اشرفی



قانونی مشیر

چوہدری غلام رسول ایڈووکیٹ

چیف ایڈیٹر

محمد مسعود قادری

ایڈیٹر

محمد حبیب ال عظمیٰ

0333-8403147

0313.9292373

E mail

azmi@qadriaashrafia.com

معاونین

پروفیسر محمد میر الحق کعبی

کیلیگرافر

محمد خالد قادری اشرفی

E mail

khalid@qadriaashrafia.com

عرشہ امداد

U.K

20 پاؤنڈ سالانہ

U.S.A

40 ڈالر سالانہ

قیمت فی شمارہ

20 روپے

240 روپے

پبلشر محمد مسعود قادری (پروٹو) سیماں تیمو مقام اشاعت الجامعۃ الاشرفیہ علمی مجلہ کرنی گجرات

خط و کتابت اور ترسیل زر کا پتہ: دفتر ماہنامہ ”اقبال سڈنت“ الجامعۃ الاشرفیہ علمی مجلہ کرنی گجرات

نوٹ: ادارہ کا مضمون نگار کی رائے سے متفق ہونا ضروری نہیں۔



صفحہ: 6

درس قرآن

تراویح بیس رکعت سنت ہیں

حضرت علامہ مولانا عبد الرشید قادری مدنی

صفحہ: 4

اداریہ

گاے گا ہے باز خواں.....

صفحہ: 3

حمد و نعت

سید عارف مہجور رضوی

صفحہ: 14

اسلامی شعار

ادبیات و شعر، نظم پاکستانی، حضرت علامہ مولانا عبد الرشید قادری مدنی
مرتبہ، مولانا محمد جمال الدین قادری

صفحہ: 10

دارالافتاء

سلاطینِ مصطفیٰ
دارِ ملکیتِ کبریا

حکیم الامت حضرت علامہ مولانا مفتی محمد یار ربیع انجمی

صفحہ: 8

درس حدیث

ہلاکت سے بچیں

مولانا محمد فضل غنی قادری اشرفی

صفحہ: 37

حیا و خدما

حضرت علامہ مولانا فیض احمد فیضی رضوی مدنی

مولانا محمد تقی احمد صاحب

صفحہ: 33

مزارِ اہلسنت پر میلہ لگانا

مولانا محمد ندیم اقبال قادری اشرفی

صفحہ: 25

نمازِ تراویح آٹھ نہیں،
بیس رکعت سنت ہیں

مولانا شہزاد احمد چڑی

خط و کتابت اور ترسیل زر کا پتہ: دفتر مآئمتہ اہلسنت، الجامعۃ الاشرفیہ علی مسجد کرمی گجرات

حمد و نعت

جب گروں میں تو کوئی مجھ کو اٹھا دیتا ہے
یہ تصور تیری ہستی کا پتا دیتا ہے

جان و دل ہوش و خرد تیری عطائیں مولیٰ
سب جہانوں کو ترا حسن جلا دیتا ہے

تیری قدرت کے ہیں ہر سمت سہانے منظر
اپنی عظمت پہ گواہی تو بجا دیتا ہے

ڈالیاں جھومتی ہیں تیری ثنا خوانی میں
پتا پتا تیری مدحت کی ہوا دیتا ہے

جز ترے بگزی بنا سکتا ہے کس کی کوئی
ہاں مگر تو ہی جسے اذن عطا دیتا ہے

کیا ہی اعزاز ہے کیا میرا نصیب یارب
اپنا محبوب مجھے راہ نما دیتا ہے

تیری تجید مرے لب پہ ہو ہر دم جاری
دلِ مہجور ترے در پہ صدا دیتا ہے

کیا بات ہے اُس شاں کرم جود و سخا کی
ہر چیز طلب سے ہے مجھے پہلے عطا کی

یہ جان یہ ایمان یہ قرآن و ہدایت
ہم پر یہ کرم آپ کا رحمت ہے خدا کی

کیا سمجھے بھلا کوئی بشر آپ کا رتبہ
پتھر ہیں پڑے عقل یہ بنیاد ہے خاکی

ہے آپ کے انوار سے ہر سمت اُجالا
ہے آپ کے فیضان سے توقیر وفا کی

یہ جرأتِ اظہار بھی ہے آپ کا احساں
بندوں میں وگرنہ تھی کہاں سوچ رسا کی

ہے آپ سا دُنیا میں کہاں کوئی حق آگاہ؟
پیغام یہ دیتی ہے ہر اک موج صبا کی

چاہوں میں شفاعت کیلئے آپ کا دامن
مہجور سدا میں نے یہی حق سے دُعا کی

سیدعارف مجبور رضوی

گا ہے گا ہے باز خواں۔۔۔۔۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

”ادعوا ربکم تضرعاً وخفیةً انه لا یحب المعتدین۔ ولا تفسدوا فی الارض بعد اصلاحها وادعوه خوفاً وطمعا۔ ان رحمت اللہ قریب من المحسنین۔“

”اپنے رب سے دعا کرو گڑ گڑاتے اور آہستہ بے شک حد سے بڑھنے والے اسے پسند نہیں اور زمین میں فساد نہ پھیلاؤ اس کے سنورنے کے بعد اور اس سے دعا کرو ڈرتے اور طمع کرتے۔ بے شک اللہ کی رحمت نیکوں کے قریب ہے۔“ (الاعراف ۵۶، ۵۵)

جس وقت یہ جریدہ آپ کے زیر مطالعہ ہوگا شہر رمضان کا آغاز ہو چکا ہوگا۔ مومن، من دون اللہ سے اپنی تمام تر توجہات کو ہٹا کر بارگاہِ خداوندی میں پورے عجز و انکسار کے ساتھ اپنی تلافیِ مافات میں ہمہ تن مصروف ہوگا۔ اور..... ابلیس کے لشکر تشدد و تہمت کہاں سے آجاتا ہے..... تو اس ماہ مبارک میں فتنہ و فساد، شرانگیزی، مذہبی..... تو پھر مسلمان، جو مسلمان ہی اسی غرض و غایت سے ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے اخلاقِ حسنہ میں اپنے آپ کو ڈھال لے..... مگر ہوتا اس کے برعکس ہے..... جہاں انتشار و افراق کے تمام حربے آزمائے جاتے ہیں..... انسانیت کے کبھی تقاضے بھلا دیے جاتے ہیں۔ ویسے تو مارکیٹ کا انومی..... کسی کی نہیں لیکن اس کے مظالم اور جفاکاریاں غریب و افلاس خوردہ طبقہ پر کچھ زیادہ ہی نمایاں ہو کر رہتی ہیں..... کاروباری حضرات، اپنے جملہ وسائل لوٹ کھسوٹ ہیں صرف کر دیتے ہیں اور عوام بلبلا اٹھتی ہے..... یہ صرف ماہ رمضان کے استقبال اور تقدس ہیں کہا جاتا ہے..... تا جر پیشہ ہویا کوئی اور..... سب کو پیش نظر مال بناتا ہوتا ہے۔ دیگر اقوام اپنی تقریبات کے دور میں عوام کی آسائش اور انہیں آسانیاں فراہم کرنے میں لگے ہوتے ہیں مگر اہل ایمان کے ہاں انحراف ہی کی مثالیں نظر آتی ہیں..... ان سب سے فزوں، خون آمیز تشدد، لوگ ترویج میں مصروف ہوتے ہیں اور دہشت گرد اپنا کام کر جاتے ہیں..... ارباب سیاست و اقتدار اپنی سیاست میں بخت جاتے ہیں، کچھ نہ بنے تو ایک سادہ سادہ ف، یہ طالبان کا کیا دھرا ہے..... خود سیاستدان اپنی اپنی جماعتوں میں آزادی رائے کے سخت مخالف ہیں..... ہر سیاسی جماعت کا رویہ فاشٹ ہے..... ان کی زبان..... شعلہ برساتی اور آگ لگائی جاتی ہے..... سینکڑوں قتل ہو جاتے ہیں پھر بھی ان کا سر دامن تر نہیں ہوتا..... اگر یہ حضرات درست ہو جاتے ہیں تو پورا معاشرہ راہِ راست پر آ جاتا ہے مگر افسوس ہوں اقتدار و طمع زرو مال ملکی مفاد اور فلاح انسانیت کے بارے میں سوچنے نہیں دیتی.....

T.V ٹینکرز کے پاس بھی اب کہنے کیلئے کچھ بچا نہیں..... وہ سیاست ہو مذہب، ضروری انہوں نے پروگرام تیار کر کے وقت گزارنا ہوتا ہے، T.V کے ہر چینل پر ایک مفتی صاحب پھدکتے نظر آتے ہیں وہ ہر منظر کا حصہ بن جاتے ہیں۔ خود تو وہ بہتر جانتے ہوں گے مگر..... اس غلط گفتار مفتی کا یہ کہنا کس قدر لایعنی تھا کہ..... اعلیٰ حضرت صرف لوگوں کو (شیعہ، دیوبندی وغیرہ کو) کافر بناتے رہے ہیں، اور شاہ احمد نورانی تمام مسالک کو اکٹھا کرتے رہے..... یہ عہد جس قدر معلومات سمیٹنے کا دور ہے اتنا ہی علمی تحقیق و تصدیق سے منحرف بھی ہے..... وہ مفتی کا ذب کس قدر فساد اور شرارت پر مبنی بیان دے رہا تھا اور پھر یہ کہنا کہ بریلوی حضرات اس نوع کے مقدمات میں شامل ہیں..... ہو یہ رہا ہے کہ یہ جس قدر بھی جعلی قسم کے مفتی اور مولوی ہیں ان لوگوں نے مسلمانوں کو محبت خدا اور رسول سے نا آشنا کرنے کی ٹھان لی ہے..... ابھی دو چار روز ہوئے ٹانڈہ کے قرب و جوار میں ایک خاص فرقہ نے مسجد فرار بنا کر مزاروں پر موجود اشیا کو لوٹا اور لایا اور ایک خاص قسم کی دہشت گردی شروع کر دی..... ایف آئی آر ہوئی مقدمہ بنا..... اور آگے بس اللہ اللہ خیر سلا..... اہل سنت کی تنظیمیں یہاں پر اپنا کام ختم سمجھ کر بیٹھ جاتی ہیں، لیکن یہ مفسدہ پرداز لوگ منظم ہیں اپنے گروہ ہیں، لیس ہیں اسلحہ سے، اور پھر سنی لوگ اپنی قربت داری کا لحاظ کرتے ہوئے کسی فیصلہ پر نہیں پہنچ پاتے..... ابھی تو پچھلا مقدمہ تو ہیں رسالت کا اور یہ درست مقدمہ تھا۔ اس کے اصلی ملزم آزاد ہیں..... یہ حقیقت ہے کہ اہلسنت و جماعت منظم نہیں..... انہیں کب ہوش آئے گا.....

ضرورت اس امر کی ہے کہ ہر سطح پر اہل سنت و جماعت منظم ہوں، ان کی مجلس شوریٰ ہو، ان کا تھنک ٹینک ہو جو صحیح طور پر فکری رہنمائی کرے، محض باتیں نہیں..... اور دیگر حضرات جو خود فرقہ پرستی پر یقین رکھے اور تشدد بھی، انہیں بھی سوچنا ہوگا کہ وہ کسی کی پیروی کر رہے ہیں۔



..... بقیہ حضور فیض ملت کی حیات و خدمات.....

بے نشانوں کا نشان مٹا نہیں
مٹتے مٹتے نام ہو ہی جائے گا

حضور مفسر اعظم پاکستان فیض ملت دور اللہ مردۃ نے جن علوم و فنون پر مشتمل تصانیف مرتب کی ہیں اُن علوم و فنون اور موضوعات کا ایک طائرانہ جائزہ پیش خدمت ہے۔

۱: علم تفسیر، ۲: علم اصول تفسیر، ۳: علم حدیث، ۴: علم اصول حدیث، ۵: علم فقہ، ۶: علم اصول فقہ، ۷: علم میراث، ۸: علم تصوف، ۹: علم منطق، ۱۰: علم فلسفہ، ۱۱: علم بلاغت، ۱۲: علم قرأت و تجوید، ۱۳: علم نجوم، ۱۴: علم صرف، ۱۵: علم نحو، ۱۶: علم تعبیر الروایاء، ۱۷: علم قیافہ، ۱۸: علم معانی، ۱۹: علم عروض، ۲۰: علم حیاتیات، ۲۱: علم لغت، ۲۲: علم مناظرہ، ۲۳: علم طب، ۲۴: علم عقائد و کلام، ۲۵: علم التاریخ، ۲۶: تراجم، ۲۷: شروح، ۲۸: اخلاق و آداب، ۲۹: عقائد اہل سنت، ۳۰: سائنس، ۳۱: فضائل و مناقب، ۳۲: اوراد و وظائف، ۳۳: سفر نامہ، ۳۴: فن تلخیص، ۳۵: رد قادیانیت، ۳۶: رد آغا خانی، ۳۷: رد تبلیغی جماعت، ۳۸: رد شیعہ، ۳۹: رد عیسائیت و یہودیت، ۴۰: رد وہابی و دیوبندی

اس فہرست میں صرف اُن ہی علوم و فنون اور موضوعات کو لیا گیا ہے جن کی تفصیل آپ کی مسودہ جات (مطبوعہ وغیرہ مطبوعہ فہرست) ”علم کے موتی“ حصہ اول و دوم درج کر دی گئی ہے اور جو کہ باقاعدہ الگ سے کتابی صورت میں موجود ہے اور جو مختلف کتب کے ذیل میں دیگر علوم و فنون زیر بحث آئے ہیں انہیں یہاں شامل نہیں کیا گیا اگر انہیں بھی شمار کیا جائے تو میرے اندازے کے مطابق یہ تعداد تقریباً 50 سے تجاوز ہوگی۔ (مطلوبہ مصنف) حضرت فیض ملت قدس سرہ کی سوانح حیات پر کئی مجلدات پر کتاب حضرت مفسر اعظم پاکستان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ عنقریب منظر عام پر آنے

تراویح بیس رکعت سنت ہے

رَجُلًا يُصَلِّي بِالنَّاسِ خَمْسَ تَرَوِيحَاتٍ عَشْرِينَ رُكْعَةً وَكَانَ عَلَى رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ يَوْمَ تَرَبُّهُمْ - (۳)

”حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رمضان شریف میں قاریوں کو بلایا۔ پھر ایک شخص کو حکم دیا کہ لوگوں کو پانچ ترویجے، بیس رکعتیں پڑھائے اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ انہیں وتر پڑھاتے تھے۔“
”كَانَ (عَبْدُ اللَّهِ ابْنُ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ) يُصَلِّي عَشْرِينَ رُكْعَةً وَيُوتِرُ بِثَلَاثٍ -“ (۵)

”حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیس (۲۰) رکعت (تراویح) اور تین (۳) وتر پڑھتے تھے۔“ (۶)

اجماع امت:

مولانا علی قاری علیہ الرحمۃ الباری ”شرح نقایہ“ میں فرماتے ہیں:
”فَصَارَ إِجْمَاعًا لِمَا رَوَى الْبَيْهَقِيُّ بِإِسْنَادٍ صَحِيحٍ كَانُوا يُقِيمُونَ عَلَى عَهْدِ عُمَرَوَ عَلَى عَهْدِ عُثْمَانَ وَعَلِيٍّ عَشْرِينَ رُكْعَةً -“
”بیس رکعت تراویح پر مسلمانوں کا اجماع ہے کیونکہ یہی نے صحیح اسناد سے روایت کی، صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور سارے مسلمان حضرت عمر و عثمان و علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے زمانہ میں بیس (۲۰) رکعت تراویح پڑھا کرتے تھے۔“ (۷)

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ط
”لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ -“

سنت حبیب خدا ﷺ:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے:

”إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي فِي رَمَضَانَ عَشْرِينَ رُكْعَةً سِوَى الْوُتْرِ -“

”پیغمبر اکرم ﷺ رمضان شریف میں ہمیشہ بیس (۲۰) رکعت (تراویح) پڑھتے تھے وتر کے علاوہ۔“ (۱)

سنت صحابہ علیہم الرضوان:

حضرت سائب بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے:

”قَالَ كُنَّا نَقُومُ فِي عَهْدِ عُمَرَ عَشْرِينَ رُكْعَةً وَالْوُتْرَ -“ (۲)

”ہم (صحابہ علیہم الرضوان) حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ

عنہ کے زمانہ میں بیس رکعت تراویح اور وتر پڑھتے تھے۔“ (۳)

حضرت ابو عبدالرحمن سلمیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے:

”إِنَّ عَلِيًّا رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ دَعَا الْقُرَّاءَ فِي رَمَضَانَ وَأَمَرَ

۱: ”معجم طبرانی کبیر“ ج: ۱۱، ص: ۳۹۳، ”بیہقی“ ج: ۲، ص: ۴۹۶، ”مصنف ابن ابی شیبہ“ ج: ۲، ص: ۳۹۲

۲: ”بیہقی باسناد صحیح“

۳: ”سنن کبریٰ“ ج: ۲، ص: ۴۹۶

۴: ”بیہقی“ ”سنن کبریٰ“ ج: ۲، ص: ۴۹۶

۵: ”مختصر قیام اللیل“ ص: ۱۵۷

۶: ”عمدة القاری شرح البخاری“

۷: ”شرح نقایہ“ ج: ۲، ص: ۲۴۱

”ترمذی شریف“ میں ہے:

”وَكَثُرَ الْعُلَمَاءُ عَلَى مَا رَوَى عَنْ عَلِيٍّ وَعُمَرَ وَغَيْرِهِمَا مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ عَشْرِينَ رُكْعَةً وَهُوَ قَوْلُ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ وَابْنِ الْمُبَارَكِ وَالشَّافِعِيِّ وَقَالَ الشَّافِعِيُّ هَكَذَا ادْرَكْتُ بِكَلِّ مَكَّةَ يُصَلُّونَ عَشْرِينَ رُكْعَةً“

”اور اکثر علماء کا عمل اسی پر ہے جو حضرت عمر و علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما و دیگر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے منقول ہے، یعنی بیس رکعت تراویح اور یہی سفیان ثوری، ابن مبارک اور امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا فرمان اور امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ ہم نے مکہ والوں کو بیس (۲۰) رکعت تراویح پڑھتے پایا۔ مکہ مکرمہ و مدینہ منورہ میں اب بھی بیس رکعت تراویح پڑھی جاتی ہیں۔“

وہاں نجدی وہابی بھی بیس (۲۰) رکعت ہی پڑھتے ہیں۔ یہاں کے وہابی آٹھ تراویح پڑھ کر اپنے بڑے وہابیوں کی بھی مخالفت کرتے ہیں اور بیس (۲۰) رکعت تراویح کو شرک و بدعت بتاتے ہیں۔ انہیں چاہئے کہ پہلے اپنے بڑوں (وہابیوں) پر مشرک و بدعتی ہونے کا فتویٰ لگائیں۔ پھر ہم سے بات کریں۔

بیس (۲۰) رکعت تراویح عقل کے مطابق ہیں:

۱: ”تراویح“ ”ترویجہ“ کی جمع ہے۔ ترویجہ ہر چار رکعت کے بعد کچھ دیر بیٹھ کر راحت کرنے کو کہتے ہیں۔ اگر تراویح آٹھ رکعت ہوں تو بیچ میں ایک ترویجہ ہو۔ اس صورت میں ان کا نام ترویجہ یا ترویجان ہونا چاہئے۔ جمع کا اطلاق کم از کم تین پر ہوتا ہے۔ لہذا تراویح بیس (۲۰) رکعتیں ہیں۔ آٹھ رکعتوں کو تراویح کہنا ہی غلط ہے۔

۲: قرآن پاک کے رکوعوں کی تعداد سے بیس رکعت تراویح کی تائید ہوتی ہے۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان جتنی آیات پڑھ کر رکوع کرتے تھے وہاں رکوع کا نشان لگایا گیا۔ روزانہ بیس (۲۰) رکوع اور ستائیسویں شب (۵۲۰) رکوع ہوتے ہیں۔ آٹھ رکعت کے حساب سے (۲۷x۸) دوسو سولہ (۲۱۶) رکوع بنتے ہیں۔

۳: دن رات میں بیس (۲۰) رکعت فرض و واجب ہیں۔ سترہ (۱۷) رکعتیں فرض اور تین رکعت و تر واجب۔ ان رکعات کی تعداد اور تراویح کی تعداد میں بھی مناسبت ہے۔

”ترمذی شریف“ میں ہے:

”فَيَكْمَلُ بِهِمَا مَا انْتَقَصَ مِنَ الْفَرَائِضِ“

”فرائض میں سے جو کم ہوں گے وہ سنتوں اور نوافل سے پورے کر دیئے جائیں گے۔“ (۱)

وہابیوں الحمدیشوں کے نزدیک آٹھ تراویح

والی حدیث:

ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا: ”مَا كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ يَزِيدُ فِي رَمَضَانَ وَلَا فِي غَيْرِهِ عَلَى إِحْدَى عَشْرَةَ رُكْعَةً“ (۲)

”حضور اکرم ﷺ رمضان اور غیر رمضان میں گیارہ رکعت سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے۔“

الحمدیث وہابی کہتے ہیں اس حدیث سے آٹھ (۸) تراویح ثابت ہوتی ہیں۔

الجواب:

نام الحمدیث اور حدیث سے بالکل جاہل ہیں۔ اس حدیث میں نماز تہجد کا ذکر ہے نہ کہ نماز تراویح کا۔ اسی لئے ”ترمذی“ نے اسے (باب ماجاء فی وصف صلوۃ النبی ﷺ، المجلد ۳۳۹، ص: ۱۱۸) یعنی تہجد کے باب میں ذکر کیا۔ اس حدیث شریف میں گیارہ رکعت پر بیشکی ثابت ہے یعنی آٹھ رکعت تہجد کے نفل اور تین وتر۔

وہابی اس حدیث سے آٹھ تراویح ثابت کرتے ہیں تو انہیں چاہئے کہ پورا سال ہی آٹھ تراویح پڑھا کریں۔ صرف ایک مہینہ رمضان شریف میں پڑھتے ہیں باقی گیارہ مہینے کیوں نہیں پڑھتے؟ حالانکہ حدیث شریف میں تو پورے سال کا ذکر ہے۔ (بقیہ صفحہ ۹ پر)

۱: ”ترمذی“ ج: ۱، ص: ۵۵

۲: ”بخاری شریف“ ج: ۱، ص: ۱۵۲

ہلاکت سے بچیں

کریں، برے فیصلوں سے دل کو بچائیں۔ زبان سے اچھی کلام کریں، قرآن پاک کی تلاوت کریں، حدیث رسول ﷺ پڑھیں، نعت درود کا ورد کریں، زبان کو گانوں میں مصروف نہ رکھے، گالی گلوچ سے محفوظ رکھیں۔ وگرنہ کل قیامت والے دن یہی اعضاء جن پر آج ہم ناز کر رہے ہیں ہمارے خلاف اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں گواہی دیں گے اور ہمارے لئے عذاب کا باعث بنیں گے۔

ہر ایک عضو کا غلط استعمال وبال اور نقصان کا باعث ہے لیکن زبان کا وبال و ہلاکت ان میں سے شدید ترین ہے کیونکہ اگر زبان سے ایسا کلمہ کہہ دیا جس میں اللہ تعالیٰ کی ناراضگی ہو تو وہ ایک کلمہ اس کو جہنم کی وادیوں میں گرا دیگا۔ آج تو وہ بڑی آسانی سے مزے لے کر لوگوں کو خوش کرنے کیلئے بول رہا ہے لیکن کل قیامت کے دن یہی کلمہ اس کیلئے دوزخ میں جانے کا سبب بنے گا، جیسا کہ حدیث شریف میں آتا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”إِنَّ الْعَبْدَ لَيَتَكَلَّمُ بِالْكَلِمَةِ مِنْ سَخَطِ اللَّهِ لَا يُلْقِي لَهَا بَلًّا يَهُوِي بِهَا فِي جَهَنَّمَ“

”بندہ ایسا کلمہ کہتا کہتے ہے جس میں اللہ تعالیٰ کی ناراضگی ہوتی ہے، وہ بندہ اس کے پروا نہیں کرتا اس کو اس کلمہ کی وجہ سے جہنم میں ڈالا جاتا ہے۔“

اور ایک روایت میں آتا ہے:

”يَهُوِي بِهَا فِي النَّارِ أَبَدًا مَا بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ“

”کہ اس کو جہنم میں مشرق اور مغرب کے درمیان مسافت کی مقدار دور پھینک دیا جائے گا۔“

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ط

”عَنْ بَهْزِ بْنِ حَكِيمٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ وَيْلٌ لِمَنْ يُحَدِّثُ فَيَكْذِبُ لِيُضْحِكَ بِهِ الْقَوْمَ وَيْلٌ لَهُ وَيْلٌ لَهُ“

(”رواہ احمد، ترمذی“)

”بہز بن حکیم وہ اپنے باپ سے وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا خرابی اس شخص کیلئے جو بات کرے تو جھوٹ بولے تاکہ اس سے قوم کو ہنسائے اس کیلئے خرابی ہے، اس کے لئے خرابی ہے۔“

اللہ تعالیٰ کے ہم پر بیشمار نعمتیں ہیں۔ سب سے پہلی نعمت کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں انسان پیدا فرمایا، پھر چلنے کیلئے پاؤں اور پکڑنے کیلئے ہاتھ، دیکھنے کیلئے آنکھیں دیں، سننے کیلئے کان دیئے، سوچنے کیلئے دماغ دیا، فیصلہ کرنے کیلئے دل دیا، اور بولنے کیلئے زبان دی۔

یہ تمام ہم پر اللہ تعالیٰ کی نعمتیں ہیں ان نعمتوں کا شکر ادا کرنا بھی ضروری ہے اور شکر کا طریقہ یہ ہوگا کہ ہم ان تمام اعضاء کو اللہ تعالیٰ کے فرمان کے مطابق استعمال کریں۔

پاؤں کو ڈاکے چوری، قتل غارت، کلبوں میں جانے کے لئے استعمال نہ کریں پاؤں کو مسجدوں، مدرسوں، محفل نعت و قرأت میں جانے کے لئے استعمال کریں۔ اسی طراپے ہاتھوں کو بھی اچھے کاموں میں استعمال کریں۔ اپنے کانوں کو قرآن پاک کے سننے میں، نعت شریف سنیں، وعظ و نصیحت سننے میں استعمال کریں نہ کہ گانے اور میوزک سننے میں اس کو استعمال کریں۔ اسی طرح دماغ میں اچھی سوچ رکھیں دماغ کو بری سوچوں سے بچائیں۔ دل سے اچھے فیصلے

اس زبان نے اس کو ہلاکت میں ڈال دیا۔

جب صبح ہوتی ہے تو تمام اعضاء زبان سے درخواست کرتے ہیں کہ اے زبان! ہم تیرے تابع ہیں اگر تو درست رہی تو ہم بھی درست رہیں گے اور اگر تو نے ٹیڑھا پن اختیار کیا تو ہم بھی ٹیڑھے ہو جائیں گے، جیسا کہ حدیث رسول ﷺ میں ہے۔

رسول اللہ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:

”إِذَا أَصْبَحَ ابْنُ آدَمَ فَإِنَّ الْأَعْضَاءَ كُلَّهَا تَكْفُرُ اللِّسَانَ فَنَقُولُ اتَّقِ اللَّهَ فَإِنَّا نَحْنُ بِكَ فَإِنِ اسْتَقَمْتَ اسْتَقَمْنَا وَإِنِ اعْوَجَجْتَ اعْوَجَجْنَا۔“ (ترمذی)

”جب ابن آدم صبح کرتا ہے تمام اعضاء زبان سے عاجزی کے ساتھ کہتے ہیں اے (زبان) اللہ تعالیٰ سے ہمارے بارے میں ڈر، ہماری اچھائی اور ٹیڑھا پن تیرے ساتھ واسطہ ہے اگر تو درست رہی تو ہم بھی درست رہیں گے اور اگر تو نے بھی اختیار تو ہم بھی میں مبتلا ہو جائیں گے۔“

اسی طرح ایک اور حدیث شریف میں آتا ہے، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”إِنَّ الْعَبْدَ لَيَقُولُ الْكَلِمَةَ لَا يَقُولُهَا إِلَّا لِبُضْحِكَ بِهِ النَّاسُ يَهْوِي لَهَا أَبْعَدَ مِمَّا بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ وَإِنَّهُ لَيَزِلُّ عَنْ لِسَانِهِ أَشَدَّ مِمَّا يَزِلُّ عَنْ قَدَمِهِ۔“ (رواہ البیہقی)

”کہ بندہ کوئی بات کرتا نہیں کہتا مگر اس کے لئے کہ اس سے لوگوں کو ہنسائے اس کی وجہ سے وہ آسمان و زمین کے فاصلہ زیادہ نیچا گر جاتا ہے وہ اپنی زبان سے پھسلتا ہے اس سے سخت پھسلنا جو اپنے قدم سے پھسلتا ہے۔“

اس حدیث سے بھی یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ لوگوں کو ہنسانے کیلئے کوئی بات کرنا اس کیلئے زیادہ نقصان دہ ہے کہ وہ اس کی وجہ سے زمین و آسمان کی جسامت سے بھی دور گر جاتا ہے اور اس سے یہ بھی پتہ چلا کہ زبان سے پھسلنے والا قدم کے پھسلنے والے سے زیادہ سخت ہے کیونکہ قدم سے پھسلنے والے کو جسم پر چوٹ آئیگی اور زبان سے پھسلنے والے کو ایمان پر چوٹ آئیگی۔

جس شخص نے اپنی زبان اور شرمگاہ پر کنٹرول حاصل کر لیا تو اس شخص کے لئے جنت کی خوشخبری ہے۔ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”مَنْ يَضْمَنُ لِي مَا بَيْنَ رَجُلَيْهِ وَمَا بَيْنَ لَحْيَيْهِ ضَمَّنْ لَهُ الْجَنَّةَ۔“

”جو مجھے اپنی زبان اور شرمگاہ کی ضمانت دے دیں میں (محمد) ﷺ اس کو جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔“

لہذا بات کرنے سے پہلے خوب سوچنا چاہئے کہ کیا یہ بات اچھی ہے یا بری کیا اس سے اللہ تعالیٰ ناراض تو نہیں ہوگا۔

نوٹ: اور یہ مہینہ بھی رمضان شریف کا ہے اس مہینہ میں اپنے تمام اعضاء پر زیادہ کنٹرول کرنا چاہئے اس لئے کہ وہ روزہ کامل نہیں جس میں زبان کا روزہ نہ ہو۔ جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”مَنْ لَمْ يَدَعْ قَوْلَ الزُّورِ فَلَيْسَ لِلَّهِ حَاجَةٌ أَنْ يَدَعَ طَعَامَهُ وَشَرَابَهُ۔“

”جس نے جھوٹی بات نہیں چھوڑی تو اللہ تعالیٰ کو اس کے کھانا پینا چھوڑنے کی کوئی ضرورت نہیں۔“



..... بقید درس قرآن

اسی حدیث شریف میں تین وتروں کا ثبوت بھی ہے۔ وہابی ایک وتر پڑھتے ہیں۔ آدھی حدیث پر ایمان ہے اور آدھی کا انکار۔

اگر اس حدیث سے آٹھ تراویح ثابت ہیں تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیس تراویح کا کیوں حکم دیا؟ اور تمام صحابہ کرام علیہم الرضوان نے یہ حکم کیوں قبول کیا۔ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بھی انہیں منع نہ فرمایا۔

صحابہ کرام علیہم الرضوان کو حدیث کا زیادہ علم تھا یا نجدیوں وہابیوں کو۔

إِنَّ الْوَهَابِيَّةَ قَوْمٌ لَا يَعْقِلُونَ۔

معلوم ہوا کہ بیس رکعت تراویح سنت رسول ﷺ علیہ الصلوٰۃ والسلام اور سنت صحابہ علیہم الرضوان اور عامۃ المسلمین کا طریقہ ہے۔ آٹھ رکعت تراویح خلاف سنت ہے۔

سلطنتِ مصطفیٰ ﷺ در مملکتِ کبریا

دریافت کرتا ہوں کہ اس عطا اور قبول کے متعلق آپ کیا فرماتے ہیں؟ پھر ساری امت کے علماء سے دریافت کرتا ہوں کہ تمہارا اس بارے میں کیا عقیدہ ہے؟ پھر دیوبندیوں اور وہابیوں سے پوچھوں گا کہ تم بھی کچھ بولو! اس بارے میں کیا کہتے ہو؟ پھر عقلی دلائل قائم کروں گا۔ لہذا اس کتاب کے دو باب کرتا ہوں پہلے باب میں حضور ﷺ کی بادشاہی کا ثبوت، اور دوسرے میں مخالفین کے سارے اعتراضات معہ جوابات:

پہلا باب

اختیاراتِ مصطفیٰ ﷺ:

پہلے باب کی پانچ فصلیں ہیں:

فصل اول میں حضور ﷺ کے سلطنت کا ثبوت قرآنی

آیات سے۔

دوسری فصل میں احادیث شریفہ سے۔

تیسری فصل میں اقوال محدثین و مفسرین و علمائے امت سے۔

چوتھی فصل میں مخالفین کے اقوال سے اس کی تائید۔

پانچویں فصل میں عقلی دلائل۔

نوٹ ضروری:

حضور ﷺ کے مالک دو جہاں ہونے کا نہ تو یہ مطلب ہے

کہ رب تعالیٰ کسی چیز کا مالک نہ رہا، اور نہ یہ مطلب کے حضور ﷺ کے

رب تعالیٰ کی مثل مالک ہیں۔ جس سے لازم آجائے کہ عالم کے

دو مستقل مالک ہیں۔ بلکہ رب تعالیٰ کی ملکیت حقیقی قدیم اور ازل وابدی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط
سرکارِ ابد قرآن ﷺ بحکم پروردگار کو نین کے مالک و مختار ہیں۔ زمین و زمان کے مالک، آسمان کے مالک، اپنے رب کی عطا سے حجیم کے مالک، جہاں کے مالک، رب کے احکام کے مالک، انعام کے مالک ہے

خالق کل نے آپ کو مالکِ کل بنا دیا!

دونوں جہاں ہیں آپ کے قبضہ و اختیار میں

جس کو چاہیں اپنے رب کی عطا سے عطا فرمادیں، جسکو جس سے محروم کر دیں۔ اور جس کے لئے جو چاہیں حلال فرمادیں اور جو چاہیں حرام۔ غرضیکہ دونوں جہاں کے شہنشاہ، کو نین کے مالک و مولیٰ ہیں۔

حکم نافذ ہے ترا سیف تری خامہ ترا

دم میں جو چاہے کرے، دور ہے شاہا تیرا

اس مضمون کو سن کر بفضلہ تعالیٰ اہلسنت تو باغِ باغ ہو جاتے ہیں اور ان کے ایمان تازہ ہو جاتے ہیں۔ لیکن افسوس کہ ہندو نہیں، عیسائی نہیں، دیگر کفار نہیں، بلکہ مسلمانی کا دم بھرنے والے دیوبندی، وہابی جل کر خاک سیاہ ہو جاتے ہیں۔ مثل مشہور ہے کہ داتا دے اور بھنڈاری کا پیٹ پھٹے، بھلا کوئی ان عقلمندوں سے پوچھے رب دینے والا، اس کے حبیب لینے والے، تم جلنے والے کون؟

اب اولاً تو اپنے رب سے پوچھتا ہوں کہ مولا بتا! تو نے اپنے پیارے کو کیا دیا؟ پھر اس لینے والے محبوب ﷺ سے عرض کرتا ہوں کہ آقا تم نے اپنے رب سے کیا کیا لیا؟ نیز صحابہ کرام سے

ہے، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ملکیت عطائی اور حادث ہے، جیسے ذموی بادشاہ اپنی سلطنت کے مالک، ہم لوگ اپنے گھربار کے مالک ہیں۔ حضرت سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام روئے زمین کے مالک ہوئے اس کا مطلب یہ نہیں کہ رب تعالیٰ ان چیزوں کا مالک نہ رہا، بلکہ وہ حقیقی مالک ہے ہم مجازی، اس کی ملکیت فانی ہے ہماری عطائی۔ اسی طرح حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ملکیت خدا تعالیٰ کی نسبت سے ہے۔

پہلی فصل قرآنی آیات کے بیان میں

۱: ”وَمَا تَقْضُوا إِلَّا أَنْ أَغْنِيَهُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ مِنْ فَضْلِهِ“ (۱)
 ”اور نہیں براگ ان کو مگر یہ کہ انکو اللہ اور اس کے رسول نے اپنے فضل سے غنی کر دیا۔“ (۲)

اس آیت سے معلوم ہوا رسول اللہ ﷺ بھی لوگوں کو غنی مالدار فرماتے ہیں۔ اور دوسروں کو غنی وہی کرے گا جو خود مالک ہوگا۔ ظاہر یہ ہے کہ ”فضلہ“ کے ضمیر رسول کی طرف لوٹے کیونکہ یہی قریب ہے واللہ اعلم۔

۲: سورۃ توبہ پ: ۱۰، رکوع: ۱۲ میں ارشاد ہوا:
 ”وَلَوْ أَنَّهُمْ رَضُوا مَا آتَاهُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَقَالُوا حَسْبُنَا اللَّهُ سَيُوفِيْنَا اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ وَرَسُولُهُ إِنَّا إِلَى اللَّهِ رَاغِبُونَ“ (۳)
 ”اور کیا اچھا ہوتا اگر وہ اسی پر راضی ہوتے جو اللہ اور رسول نے اُن کو دیا، اور کہتے ہیں کہ ہمیں اللہ کافی ہے۔ اب ہمیں دے گا اللہ اپنے فضل سے اور اس کا رسول۔ اور ہمیں اللہ کی طرف رغبت ہے۔“
 اس آیت سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ نے دیا بھی ہے اور دیں گے بھی۔ اور دیتا وہی ہے جس کے پاس خود بھی ہو۔ حضور علیہ السلام کیا دیتے ہیں؟ جو اللہ دیتا ہے، وہ حضور علیہ السلام دیتے ہیں۔ کیونکہ اس آیت میں ایک دینے کو دودینے والوں کی طرف نسبت کیا گیا ہے۔ یعنی اللہ سب کچھ دیتا ہے تو حضور بھی سب کچھ دیتے ہیں۔

۳: ”إِنَّا آعْطَيْنَاكَ الْكُوفْرَ“ (۴)

”اے محبوب علیہ السلام ہم نے آپ کو کوفر دیدیا۔“
 اس آیت سے معلوم ہوا کہ رب تعالیٰ نے حضور علیہ السلام کو کوفر عطا فرمایا۔ کوفر سے مراد یا تو حوض کوفر ہے، یا بہت بھلائی، یا بہت امت، یا مقام محمود، یا شفاعت کبریٰ، یا بہت سے معجزات، یا نیاوی غلبہ، یا ملکوں کی فتوحات، یا ساری خلقت پر بزرگی، یا عالم کثرت یعنی اللہ کے ماسوا ساری مخلوقات۔ کچھ بھی مراد ہو، مگر معلوم ہوا کہ رب نے دیا اور بہت کچھ دیا۔ محبوب علیہ السلام نے لے لیا۔ اور دینے سے لینے والے کا مالک ہونا لازم آیا۔ نیز ”اعطینا“ ماضی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ عطا ہو چکی اور قبضہ دیا جا چکا۔ ثابت ہوا کہ حضور مالک ہیں اور سالیہ کلیہ کی نقیض موجبہ جزیہ ہے۔ لہذا تقویۃ الایمان کا یہ کہنا کہ ”جس کا نام محمد یا علی ہے کسی چیز کا بھی مالک و مختار نہیں۔“ اس ارشادِ بانی کے خلاف ہے۔

لطیفہ:

دنیا کی ساری نعمتوں کو رب تعالیٰ قلیل فرماتا ہے۔ یعنی بہت

تھوڑی:

”قُلْ مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيلٌ“ ط

مگر جو حضور علیہ السلام کو دیا گیا، وہ کثیر نہیں، اکثر نہیں، بلکہ کوفر ہے۔ یعنی زیادہ نہیں بلکہ بہت ہی زیادہ ہے دنیا تو میرے آقا کی ملکیت کا ایک کروڑواں حصہ بھی نہیں۔

۴: ”إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُبِينًا“ (۵)

”(بے شک) اے محبوب علیہ السلام ہم نے تمہارے لئے روشن فتح فرمائی۔“

اس آیت سے یہ معلوم ہوا کہ رب نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو فتح دی۔ اگر فتح سے مراد ہو ملکوں کا فتح کرنا تو ظاہر ہے کہ فتح کر نیوالا مفتوحہ ملک کا مالک ہوتا ہے۔ حضور کی بادشاہت ثابت ہوئی۔

۱: ”القرآن“ سورۃ التوبہ، (۹:۷۴)

۲: پ: ۱۰، رکوع: ۱۵

۳: ”القرآن“ سورۃ التوبہ، (۹:۵۹)

۴: ”القرآن“: سورۃ الکوفر، (۱:۱۰۸)

۵: ”القرآن“ سورۃ الفتح، (۱:۴۸)

دنیا کی بادشاہت دی مگر رب نے ان کے متعلق یہ نہ فرمایا کہ ان پر بڑا فضل کیا۔ جس سے معلوم ہوا کہ تحت و تاج سلیمان میرے آقا کی ملکیت اور سلطنت کا ایک صوبہ بلکہ ایک ضلع ہے (ﷺ)

اب یہ بھی ملاحظہ ہو کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام مالک احکام ہیں اور کوئی عبادت برگاہ الہی میں اس وقت تک قبول نہیں جب تک حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اس کو پسند نہ فرمائیں۔ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام حرام و حلال کے مالک و مختار ہیں۔ سنو رب فرما رہا ہے:

۸: ”خُذْ مِنْ أَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيهِمْ بِهَا وَصَلِّ عَلَيْهِمْ إِنَّ صَلَاتَكَ سَكَنٌ لَهُمْ“ (۹)

”(اے محبوب) ان کے مال میں سے صدقہ قبول فرما لو! جس سے تم ان کو پاک و ستھرا فرما دو! اور ان کے حق میں دعائے خیر کرو! بے شک تمہاری دعا ان کے دلوں کا چین ہے۔“

اس آیت کریمہ میں محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو چار حکم دیئے جا رہے ہیں۔ ایک تو یہ کہ جو توبہ کرنیوالے صحابہ کرام اپنے مال کا صدقہ آپ کی بارگاہ میں پیش کر رہے ہیں اس کو قبول فرما لو! اور ان کو پاک فرما دو! دوسرے یہ کہ ان کے لئے دعا کرو! اس سے معلوم ہوا کہ صدقہ عبادت ہے اس وقت قابل قبول ہے جب کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام قبول فرمائیں۔ اگر یہ پابندی نہ ہوتی صحابہ کرام کسی کو بھی دے دیتے۔ دوسرے یہ کہ کوئی بھی صرف عبادت سے پاک نہ ہوگا۔ بلکہ پاکی تو حضور کے کرم سے ملے گی۔ کیونکہ یہاں فرمایا گیا کہ اس صدقہ سے پاک کرو! تیسرے کہ رب تعالیٰ بغیر حضور کی شفاعت کے کسی کو کچھ مرحمت نہیں فرماتا۔ فرما رہا ہے ان کے لئے دعا کرو! وہ تو اس پر بھی قادر تھا کہ بغیر حضور کی دعا کے ان کو سب کچھ دیدے، مگر نہیں دیتا۔ جب محبوب سے کہلا لیتا ہے تب دیتا ہے۔ چوتھے یہ کہ صحابہ کرام کو اپنے اعمال پر چین نہیں آتا، جب تک ان اعمال کی رجسٹری حضور نہ فرمائیں۔ اسی لئے قرآن فرما رہا ہے کہ تمہاری دعا سے ان کے دلوں

اور اگر فتح کا معنی ہے کھولنا تو یہ آیت کا مطلب یہ ہے کہ اے پیارے! ہم نے تمہارے لئے بند دروازے کھول دیئے۔ جس سے معلوم ہوا کہ جو دروازے اوروں کیلئے بندے تھے وہ حضور کیلئے کھول دیئے گئے۔ اور جنت کا دروازہ شفاعت کا دروازہ ہر نعمت کا دروازہ حضور کے لئے کھول دیا گیا۔

۵: ”وَوَجَدَكَ عَائِلًا فَأَغْنِي“ (۶)

”(اے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام) رب نے تم کو حاکم و حاکم پاپا۔ پس آپ کو غنی کر دیا۔“

۶: ”وَكَسُوفُ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضَى“ (۷)

”(اے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام) تم کو تمہارا رب دے گا کہ (پیارے) تم راضی ہو جاؤ گے۔“

ان دونوں آیتوں سے معلوم ہوا کہ رب نے ان کو اس قدر دے دیا کہ دونوں عالم سے وہ غنی ہو گئے۔ اور وعدہ فرمایا گیا کہ اور بہت کچھ دیں گے۔ جب خدادے چکا، محبوب لے چکے تو ملکیت خود بخود ثابت ہو گئی۔ پھر ان آیتوں میں یہ نہ فرمایا کہ کتنا دے کر غنی کر دیا؟ اور کیا دے گا؟ جس سے معلوم ہوا کہ سب کچھ دیا جا چکا اور دیا بھی جائے گا۔ جس قدر خلقت بڑھتی جائے گی عطا ہوتی جائے گی۔

۷: ”وَكَانَ فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكَ عَظِيمًا“ (۸)

”(اے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام، آپ پر اللہ کا بڑا ہی فضل ہے۔“

دنیا کا قاعدہ ہے کہ جو اقبال والا اور دولت مند ہو اس کو کہتے ہیں کہ فلاں پر اللہ کا بڑا فضل ہے، اسی طرح رب فرما رہا ہے کہ اے محبوب آپ پر اللہ کا بڑا فضل ہے۔ خیال رہے کہ رب نے ساری دنیا کو قلیل کہا یعنی تھوڑی ہے اور دنیا کے معنی یہی ادنیٰ (حقیر) چیز ہیں۔ رب نے ان پر عظیم (بڑا) فضل فرمایا۔ جس سے معلوم ہوا کہ دنیا تو ملکیت محبوب کا ایک کروڑواں حصہ بھی نہیں۔ حضرت سلیمان کو ساری

۶: ”القرآن“: سورة الضحیٰ، (۸:۹۲)

۷: ”القرآن“: سورة الضحیٰ، (۵:۹۲)

۸: ”القرآن“: سورة النساء، (۱۱۳:۴)

۹: ”القرآن“: سورة التوبة، (۱۰۳:۹)

کو چین ہوگا۔

بے ان کے واسطے کے خدا کچھ عطا کرے

حاشا غلط غلط یہ ہوس بے بصر کی ہے

۹: ”وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَائِثَ“۔ (۱۰)

”وہ نبی (لوگوں پر گندی چیزوں کو حرام فرماتے ہیں۔“

۱۰: ”وَلَا يَحَرِّمُونَ مَا حَرَّمَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ“۔ (۱۱)

”اور کفار ان چیزوں کو حرام نہیں مانتے جو اللہ اور اس کے رسول نے حرام فرمائیں۔“

ان دونوں آیتوں سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کو بھی

حرام فرمانے کا اختیار دیا گیا ہے۔ معلوم ہوا کہ حضور مالک احکام ہیں۔

دیکھو کتا، گدھا، بلی وغیرہ کی حرمت قرآن میں ہم کو نہیں ملتی، احادیث یعنی حضور کے فرمان ہی سے ملتی ہے۔

۱۱: ”وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا لِمُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَمْرًا أَنْ يَكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ“۔ (۱۲)

”کسی مسلمان مرد نہ مسلمان عورت کو یہ حق ہے کہ جب اللہ اور اس کا رسول کچھ فرمائیں تو انہیں اپنے معاملے کا کچھ اختیار رہے۔“

اس آیت کریمہ کا شان نزول یہ ہے کہ حضرت زید ابن

حارثہ جو حضور ﷺ کے آزاد کردہ تھے اور حضور کی خدمت

میں رہتے تھے، حضور نے ان کے نکاح کا پیغام حضرت زینب بنت جحش

کو دیا۔ حضرت زینب بنت جحش خاندان قریش کی بڑی عزت والی بی بی

تھیں۔ انہوں نے انکے بھائی عبداللہ بن جحش نے اس کو منظور نہ کیا۔

کیونکہ وہ قریشی اور بہت باعزت تھیں، اور حضرت زید قریشی نہ تھے، اور

نکاح میں کفو کا خیال رکھا جاتا ہے۔ اس وقت یہ آیت کریمہ نازل

ہوئی۔ اس آیت کے نزول کے بعد ان سب کو راضی ہونا پڑا اور نکاح

ہو گیا۔ (۱۳)

اس سے معلوم ہوا کہ حضور مسلمانوں کی جان و مال اور اولاد

کے مالک ہیں، اور ایسے مالک کہ ان کے حکم کے مقابلے میں کسی کو اپنی

جان و مال اور اولاد کا کچھ اختیار نہیں۔ دیکھو نکاح میں بالغ لڑکی کی

اجازت اور ان کے اہل قربت کی رضا ضروری ہوتی ہے۔ یہ کیسا نکاح

ہے کہ اس میں کسی کی ناراضی کا اعتبار نہ کیا گیا۔ وجہ یہی ہے کہ سارے

مسلمان مرد حضور کے غلام ہیں اور مسلمان عورتیں لونڈیاں۔ مولا کو

اختیار ہے کہ جہاں چاہے لونڈی کا نکاح کر دے۔

۱۲: ”قُلْ يَا عِبَادِيَ الَّذِينَ أَسْرَفُوا عَلَىٰ أَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوا مِن رَّحْمَةِ اللَّهِ“۔ (۱۳)

”فرما دو (اے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام) اے میرے وہ بندو!

جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہوا!“

اس آیت کریمہ میں حضور کو اجازت دی گئی ہے کہ جہاں بھر

کے مسلمانوں کی اپنا بندہ یعنی غلام فرمائیں:

”قُلْ يَا عِبَادِيَ“۔

اور سب کو اپنا غلام وہی کہہ سکتا ہے جو سب کا مالک ہو۔

”مثنوی شریف“ میں ہے:

بندہ خود خواند احمد در رشاد

جملہ عالم را بخواں قل یا عباد

۱۳: ”يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَجِيبُوا لِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ إِذَا دَعَاكُمْ“۔ (۱۵)

”اے ایمان والو! اللہ اور رسول کے بلانے پر فوراً حاضر

ہو جاؤ! جب تم کو بلائیں۔“

.....بقیہ صفحہ ۲۳ پر.....

۱۰: ”القرآن“: سورة الاعراف، (۱۵۷:۷)

۱۱: ”القرآن“: سورة التوبة، (۲۹:۹)

۱۲: ”القرآن“: سورة الاحزاب، (۳۶:۳۳)

۱۳: ”جامع البیان فی تفسیر القرآن“: الطبری ”سورة الاحزاب، زیر آیت: وماکان لمؤمن ولا مؤمنة اذا قضی اللہ ورسولہ الخ، (۳۶:۳۶)“، (۱۰، ۹:۲۸)، طبع دار المعرفۃ بیروت و ”تفسیر القرآن العظیم“: ابن کثیر ”سورة الاحزاب، زیر آیت: وماکان لمؤمن ولا مؤمنة اذا قضی اللہ ورسولہ الخ، (۳۶:۳۶)“، (۳۸۹/۳)، طبع دار الفکر بیروت۔

۱۴: ”القرآن“: سورة الزمر، (۵۳:۳۹)

۱۵: ”القرآن“: سورة الانفال، (۲۲:۸)

اسلامی شعار

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط
”نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِیْمِ“

ہر قوم ہر جماعت، ہر فوج، ہر قبیلہ اور ہر عظیم کی ایک علامت مخصوصہ ہوتی ہے۔ اسی علامت مخصوصہ سے وہ دوسروں سے ممتاز ہوتی ہے۔ عرف اور اصطلاح میں اس علامت کو ”شعار“ کہتے ہیں۔ شعار میں درج ذیل امور شامل ہوتے ہیں:

”وردی، نشان، علامت، اشارہ، عادت، اسم، طریقہ، قاعدہ، نعرہ اور پرچم وغیرہ۔“

شعار کی تاریخ اتنی ہی پرانی ہے جتنی کہ ہر جماعت یا گروہ کا احساس تشخص۔ جب کسی جماعت، گروہ یا مجموعہ افراد کو احساس ہوا کہ وہ دوسروں سے الگ ہیں، انہوں نے اپنے امتیاز کے لئے کوئی علامت اپنائی۔ رفتہ رفتہ وہ علامت اس جماعت کی پہچان بن گئی۔ اگر کوئی جماعت من حیث الجماعت زندہ رہنے کی خواہش مند ہو تو وہ اپنے شعار کی حفاظت کرتی ہے۔ شعار اور علامت مخصوصہ کا بقا اس جماعت کی بقا کا ضامن ہے۔ اس لئے ہر جماعت اپنے شعار کی حفاظت دل و جان سے کرتی ہے اور اس کے تحفظ کے لئے ہر ممکنہ قربانی سے دریغ نہیں کرتی۔ شعار اگرچہ ایک معمولی علامت ہوتی ہے۔ بہ نظر ظاہر اس کی کوئی اہمیت نہیں ہوتی مگر کسی قوم کے اپنا لینے کے بعد وہ قوم اس شعار کی حفاظت اس طرح کرتی ہے جس طرح وہ اپنی جان، مال، عزت و آبرو کی، بلکہ اس شعار کی حفاظت میں مال، جان، عزت و آبرو کی قربانی روا ہوتی ہے۔

پرچم ہر قوم اور جماعت کے شعار میں شامل ہے۔ پرچم کی

ہیئت ترکیبی کپڑے کے ایک ٹکڑے سے ہوتی ہے، مگر پرچم بن جانے کے بعد وہ قوم کی عزت و آبرو کی علامت ہے۔ پرچم بلند ہے تو قوم سرفراز ہے پرچم کے سرنگوں ہونے میں قوم کی شکست اور افسردگی نمایاں ہے۔ کوئی قوم اپنے قومی پرچم کی تذلیل جیتے جی برداشت نہیں کر سکتی۔ قوم کی روایات کے علاوہ اس قوم کا آئین اس کا محافظ ہوتا ہے۔ اسی طرح چند مختصر اور مخصوص الفاظ اس قوم کا نعرہ اور ترانہ ہوتے ہیں۔ اس کی حفاظت بھی قومی فریضہ ہے۔ تاریخ اسلام میں اس قسم کی بے شمار مثالیں ہیں کہ مسلمانوں نے اپنے پرچم کی حفاظت میں جان کا نذرانہ پیش کیا۔ قرون اولیٰ بلکہ حضور اقدس ﷺ کے جانثار صحابہ کرام رَضَوْنَ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْنَ کے اُسوہ میں اس کی مثالیں موجود ہیں۔ غزوہ موتہ میں پرچم اسلام کی سر بلندی کے لئے حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے دونوں بازوؤں کا نذرانہ پیش کیا حتیٰ کہ جام شہادت نوش کر کے دربار رسالت سے ”طیار“ کا مبارک لقب حاصل کیا۔ ہر قوم اپنے قومی شعار پرچم کی عزت دل و جان سے عزیز رکھتی ہے۔ اس کی علامت یہ ہے کہ کوئی قوم اپنی سرزمین پر دوسری قوم کے پرچم کو وہ اعزاز نہیں دیتی جو اس کے اپنے قومی پرچم کا اعزاز ہوتا ہے۔ اتفاق سے اگر کسی قوم یا قوموں کے پرچم کے اس کے قومی پرچم کے ساتھ لہرانے کا وقت آجائے تو وہ اپنے پرچم کو سب سے بلند نصب کرتی ہے۔ اگرچہ یہ قوم یا ملک دوسروں سے کتنا ہی چھوٹا یا کمزور کیوں نہ ہو۔ قومی پرچم کا یہ اعزاز اس کے شعار قومی کا اعزاز ہے جو ہر قیمت پر اسے عزیز ہے۔ فاتح قوم مفتوحہ علاقوں پر اپنے قومی پرچم کو نصب کر کے اپنی برتری کا اعلان کرتی ہے مفتوحہ علاقوں پر جب تک قومی شعار، پرچم

سر بلند ہے وہ علاقہ فاتح کے قبضہ و تصرف میں ہے۔ گویا قبضہ و ملک کی علامت قومی شعار کی سر بلندی میں ہے۔ قومی پرچم کے رنگ، رنگوں میں تناسب، حجم، سائز اور ڈیزائن میں تبدیلی آسانی سے ممکن نہیں۔ قوم کا کوئی فرد اپنے طور پر اس میں تبدیلی کا مجاز نہیں۔ اگرچہ اس کا مجوزہ ڈیزائن کتنا ہی خوبصورت اور مناسب کیوں نہ ہو، قوم کے ارباب حل و کشادہ اگر اتفاق رائے سے تبدیلی چاہیں تو ممکن ہے بصورت دیگر جمہور کی آواز اس راہ میں حائل ہوگی۔ یہی حال قومی ترانہ کا ہے قومی ترانہ اگرچہ چند الفاظ کا مجموعہ ہوتا ہے ممکن ہے کوئی ادیب یا شاعر اس سے بہتر الفاظ کو ترتیب دے لے۔ کوئی نظم اس سے بہتر کہہ لے مگر وہ اس طے شدہ قومی ترانہ کا بدل نہیں ہو سکتی۔ قوم کے جمہور افراد اور نمائندہ ارباب حل و کشادہ کی تائید کے بغیر اس قومی ترانہ میں تبدیلی ممکن نہیں۔ یہ صورت حال بھی قومی شعار کی حفاظت کے باعث ممکن ہے۔ قومی پرچم اور قومی ترانہ اگرچہ وحی سے حاصل نہیں ہوئے اور نہ ہی وحی نے انکی تائید کی ہے مگر قوم کی علامت بن جانے سے ان کی حفاظت اور عزت لازمی ہو گئی ہے۔ قومی شعار کے بارے میں یہ اصول ہمیشہ یاد رکھنے کا ہے۔ قومی شعار خواہ الفاظ ہوں یا علامات ان کے بارے میں وحی یا کسی شرعی نص کا مطالبہ بلا جواز ہے۔ جمہور کا اختیار ہی اس کے جواز کی سند ہے۔

گزشتہ سطور میں بیان ہو چکا ہے کہ شعار نعرہ، علامت، پرچم وغیرہ سبھی کو شامل ہے۔ بعض اوقات ایک دھاگہ یا کپڑے کا ٹکڑا قومی شعار ہوتا ہے۔ ہنود بے بہود کا شعار زُنار ایک معمولی دھاگا ہے۔ نصاریٰ اپنے لباس میں قومی شعار صلیب بنانے کیلئے کپڑے کے حقیر ٹکڑے کو استعمال کرتے ہیں وہ جسے ”ٹائی“ کا نام دیتے ہیں۔ یہودی ہری مثلث سے چھ کونوں پر مشتمل ایک ستارے کو قومی شعار بنا بیٹھے ہیں۔ بعض اوقات صرف رنگ ہی شعار کا کام دیتا ہے۔ یہودی جس غیر یہودی کو یہودیت میں داخل کرتے ہیں تو اس کو زرد رنگ کا لباس پہناتے ہیں۔ شعار کی قدر قیمت کا اندازہ اس کی مالیت سے نہیں بلکہ اس کی قدر و منزلت سے ہوتا ہے۔ زُنار ایک بے وقعت دھاگا ہے مگر

زُنار کی قدر قیمت ہنود کی نگاہ میں کیا ہے اس کا جواب وہی دے سکتا ہے۔ ٹائی بننے سے پہلے کپڑے کے ٹکڑے کی قیمت کچھ بھی نہیں۔ ٹائی کی مخصوص ہیئت کے بعد نصاریٰ کے اس قومی شعار کی قدر و قیمت حد و حساب سے باہر ہے۔ یہی حال ہمارے اسلامی شعار کا ہے۔ گویا شعار میں ہر قوم کی مذہبی روایات شامل ہوتی ہیں۔ عقیدہ اور روایات کو علامتی طور پر باقی اور محفوظ رکھنے کیلئے شعار بنائے جاتے ہیں۔ گویا شعار کی حفاظت قومی روایات اور معتقدات کا تحفظ ہے۔ ہر قوم اور ہر جماعت مقام، زمانہ اور حالات کی تبدیلی سے قومی شعار میں تبدیلی کر لیتی ہے۔ تبدیل شدہ قومی شعار بظاہر ایک نئی شے نظر آتی ہے مگر درحقیقت بنیادی نظریے کی مختلف علامات کا اظہار مقصود ہوتا ہے۔ اقتضائے حال سے یہ تبدیلی ہر دور اور ہر علاقے میں ہوتی رہی ہے اور آئندہ بھی ممکن ہے۔ معرکہ ہائے جنگ میں ہر مرتبہ شعار بدل دیا جاتا ہے اسکی وجہ صرف یہ ہے کہ فریق مخالف پرانا شعار استعمال کر کے دھوکا دے سکتا ہے۔ اس ممکنہ دھوکے سے محفوظ رہنے کیلئے ذمہ داران سپہ سالار شعار کو بدل لیتے ہیں تاکہ ہر قدم پر فریق مخالف سے امتیاز قائم رہے۔

شعار کی مزید وضاحت کے لئے لغت کی طرف توجہ مفید مطلب ہے۔ علامہ احمد بن محمد بن علی المقرئ القیومی (م ۷۷۷ھ) لکھتے ہیں:

”وَالشَّعَارُ أَيضًا عَلَامَةُ الْقَوْمِ فِي الْحَرْبِ وَهُوَ يَنَادُونَ بِهِ لِيَعْرِفَ بَعْضُهُمُ بَعْضًا وَالْعِيدُ شَعَارٌ مِنَ شَعَائِرِ الْإِسْلَامِ“ (۱)

”جنگ میں کسی قوم کی علامت ”شعار“ کہلاتی ہے۔ اس شعار سے وہ قوم اپنے افراد کو ندا دیتے ہیں۔ اسی شعار سے وہ ایک دوسرے کو پہچانتے ہیں اور عید اسلامی علامات میں ایک علامت ہے۔“ مشہور عربی لغت ”المنجد“ کے اردو ترجمے میں ہے:

الشعار: خاص لفظ جو فوج میں مقرر ہوتا ہے اور جس سے اپنے آدمیوں کو پہچانا جاتا ہے اور لڑائی کے وقت اس لفظ سے ایک دوسرے کو پکارتے ہیں۔ اس کو ”مِرَّ اللیل“ بھی کہتے ہیں۔ (۲)

۱: ”المصباح المنیر فی غریب الشرح الکبیر للرافعی“ ج: ۱، ص: ۱۵۱، مطبوعہ دار الکتب العربیۃ الکبری، مصر

۲: ”منجد (اردو)“ ص: ۶۲۱، مطبوعہ دار الاشاعت، کراچی

علمائے لغت نے فیصلہ کر دیا کہ شعار کا استعمال اگرچہ بنیادی طور پر میدان جنگ میں ہوتا ہے جس کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ ہر فوج کے افراد اس سے ایک دوسرے کو پہچان لیتے ہیں اور اس کے استعمال سے فریق مخالف چونکہ ناواقف ہوتا ہے۔ اس لئے وہ اسے استعمال نہیں کرتا۔ ساتھ ہی عید کے اسلامی شعار ہونے کی تصریح کر کے واضح کر دیا کہ اسلامی شعار میں اسلامی روایات اور نظریات کو بنیادی اہمیت حاصل ہے۔

حضرت امام احمد رضا قدس سرہ نے اپنی تصنیف ”انفس الفکر فی قربان البقر“ (۱۲۹۸ھ) کی ابتداء میں چند اصول بیان فرمائے ہیں۔ اختصار سے اُن اصولوں کو یہاں نقل کیا جاتا ہے۔ اس سے مقاصد شرع اور احکام شرع کا مقام واضح ہو جائے گا۔

”ہماری شریعت مطہرہ اعلیٰ درجہ حکمت و متانت و مراعات دقائق مصلحت میں ہے اور جو حکم عرف و مصالح پر مبنی ہوتا ہے انہیں چیزوں کے ساتھ دائر رہتا ہے اور اعصار و امصار میں ان کے تبدیل سے متبدل ہو جاتا ہے اور وہ سب احکام احکام شرع ہی قرار پاتے ہیں۔“ (۳)

پھر اس اصول کو ایک مثال سے واضح کیا کہ زمان برکت نشان حضور سرور عالم ﷺ میں بوجہ کثرت خیر و نایابی فتنہ و شدت تقویٰ و قوت خوف خدا عورتوں پر ستر و حجاب واجب نہ تھا۔ زنانِ مسلمین ہجگانہ نماز مساجد میں حاضر ہو کر جماعت سے ادا کرتی تھیں۔ بعد میں جب زمانہ کارنگ قدرے متغیر ہوا۔ اُمّ المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا:

”لَوْ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ رَأَى مِنَ النِّسَاءِ مَا رَأَيْنَا لَمَنَّهِنَّ مِنَ الْمَسْجِدِ كَمَا مَنَعَتْ بَنُو إِسْرَائِيلَ نِسَاءَهُنَّ۔“
”یعنی رسول اللہ ﷺ ہمارے زمانے کی عورتوں کو ملاحظہ

فرماتے تو انہیں مساجد جانے سے ممانعت کرتے جیسے بنی اسرائیل نے اپنی عورتوں کو منع کر دیا تھا۔“ رواہ احمد و البخاری و مسلم (۴)

”جب زمانہ رسالت سے اور بعد ہوا۔ ائمہ دین نے جو ان عورتوں کو ممانعت کر دی۔ جب اور فساد پھیلا علماء نے جو ان غیر جوان کسی کے لئے اجازت نہ رکھی۔“ (۵)

اصول اور مثال بیان کر کے امام احمد رضا قدس سرہ نے فرمایا: ”ان ائمہ و علماء کے یہ احکام ہرگز حکم اقدس کے خلاف نہ ٹھہرے بلکہ عین مطابق مقصود شرع قرار پائے۔“ (۶)

قواعد شرعیہ میں سے ایک اور اصول کی وضاحت میں امام احمد رضا قادری قدس سرہ نے فرمایا:

”واجبات و محرمات ہماری شریعت میں دو قسم ہیں: ایک لعینہ جس کی نفس ذات میں متقصدی ایجاب و تحریم موجود ہے۔ جیسے عبادت خدا کی فرضیت اور بت پرستی کی حرمت۔ دوسری بغیرہ یعنی وہ کہ امور خارجہ کا لحاظ ان کی ایجاب و تحریم کا اقتضا کرتا ہے۔ اگرچہ نفس ذات میں کوئی معنی اس کی متقصدی نہیں۔“ (۷)

اس اصول کی وضاحت میں آپ نے دو مثالیں دیں۔ ایک مثال جانب ایجاب میں، دوسری جناب تحریم میں۔ فرمایا کہ علم صرف و نحو کا پڑھنا اور انگریز کے کاسیدھا پہننا نفس علم صرف و نحو میں ایجاب کا پہلو نہیں مگر چونکہ قرآن مجید اور ہمارے نبی پاک صاحب لولاک ﷺ کا کلام عربی میں ہے۔ اس کو سمجھنا واجب ہے اور اس کا سمجھنا صرف و نحو کے بغیر ممکن نہیں اس اقتضائے حال کی وجہ سے صرف و نحو کا علم پڑھنا واجب ہے۔ اسی طرح غیر منقسم ہندوستان میں سیدھا انگریز کا پہننا مسلمانوں کا شعار۔ تو اب ہمارے علاقہ میں سیدھا پردہ چھوڑ کر الٹا اختیار کرنا حرام ہے۔ (۸)

۳: ”انفس الفکر فی قربان البقر، مشمولہ رسائل رضویہ، جلد دوم، ص: ۲۱۲، باراؤل، مطبوعہ مکتبہ حامدیہ، لاہور

۴: ”انفس الفکر فی قربان البقر، مشمولہ رسائل رضویہ، جلد دوم، ص: ۲۱۲، باراؤل، مطبوعہ مکتبہ حامدیہ، لاہور

۵: ایضاً، ۲۱۲، ۲۱۴، بحوالہ درمختار، فتح القدیر، شرح ہدایہ

۶: ایضاً، ص: ۲۱۴

۷: ”انفس الفکر فی قربان البقر، مشمولہ رسائل رضویہ، جلد دوم، ص: ۲۱۴، باراؤل، مکتبہ حامدیہ، لاہور

۸: ایضاً، ص: ۲۱۸، مزید تفصیل کے لئے ”الفتاویٰ الحدیثیہ لابن حجر الہیثمی اکملی، ص: ۱۱۴، مطبوعہ ترکیہ

اسلامی شعار کے تحفظ کے بارے میں گفتگو کرتے ہوئے
امام احمد رضا قدس سرہ نے ایک قاعدہ کلیہ بیان فرمایا:

”بوجہ صرف و قرار داد امصار و بلاد جس مباح کا فعل عزت و شوکت اسلام پر دلالت کرے اور اسے چھوڑ دینے میں اسلام کی توہین اور کفر کا غلبہ سمجھا جائے۔ قواعد شرعیہ بالیقین اُس سے باز رہنے کی تحریم کرتے ہیں اور مبنی اس وہی مصالح و اعتبار عزت و مراعات اقتضائے امور خارجہ ہے۔“ (۹)

یعنی اگر کسی فعل مباح جس کا کرنا صرف جائز ہو، نہ کرنے میں مواخذہ شرعیہ نہ ہو، میں عزت اسلام اور شوکت مسلمین ہو تو اُس فعل مباح کا کرنا واجب بن جاتا ہے اور اس کا ترک کرنا حرام ہوتا ہے۔

غیر منقسم ہندوستان میں گائے کا ذبح کرنا ہمیشہ سے وجہ نزاع رہا ہے۔ اگرچہ گائے کی قربانی صرف مباح ہے۔ اس کے علاوہ اونٹ، بھینس، بکری اور بھیڑ کی قربانی بھی کی جاسکتی ہے۔ باتعین کسی جانور کی قربانی واجب نہیں۔ اسی طرح عام حالات میں گائے کا ذبح کرنا مباح ہے۔ صرف گائے کی قربانی یا اسے ذبح کرنا واجب نہیں۔ مگر چونکہ ہندوؤں کے خوف سے ذبح گائے کو ترک کرنے میں اسلام پر ہنود کا غلبہ متصور ہے اسی وجہ سے قواعد شرعیہ ذبح گائے کے ترک کی اجازت نہیں دیتے مسلمانوں پر واجب ہے کہ جہاں ہندو انہیں ذبح گائے یا قربانی گاؤں سے منع کر دیں وہ گائے کی قربانی کر کے شوکت اسلام اور عزت مسلمین کا تحفظ کریں۔ (۱۰)

اس سلسلے میں امام احمد رضا قدس سرہ جیسے حکیم و فقیہ کا غلطہ نظر ملاحظہ ہو:

”ہم ہندو مذہب و ملت کے عقلا سے دریافت کرتے ہیں کہ اگر کسی شہر میں بزور مخالفین گاؤں کشتی قطعاً بند کر دی جائے اور بلحاظ ناراضی ہنود اس فعل کو کہ ہماری شرع ہرگز اس سے باز رہنے کا ہمیں حکم نہیں دیتی

ایک قلم موقوف کیا جائے تو کیا اس فعل میں ذلت اسلام متصور نہ ہوگی۔ کیا اس میں خواری مغلوبی مسلمین نہ سمجھی جائے گی۔ کیا اس وجہ سے ہنود کو ہم پر گردنیں دراز کرنے اور اپنی چیرہ دستی پر اعلیٰ درجے کی خوشی ظاہر کر کے ہمارے مذہب و اہل مذہب کے ساتھ شامت کا موقع ہاتھ سے نہ آئے گا۔ کیا بلا وجہ و جیہ اپنے لئے ایسی دنات و ذلت اختیار کرنا اور دوسروں کو دینی مغلوبی سے اپنے اُوپر منسوانا ہماری شرع مطہر جائز فرماتی ہے؟ حاشا وکلا حاشا وکلا، ہرگز نہیں، ہرگز نہیں، ہماری شرع ہرگز ہماری ذلت نہیں چاہتی۔“ (۱۱)

غیر منقسم ہندوستان میں ذبح گائے کی بات چل نکلی تو اس سلسلے میں دیگر علماء کے فتاویٰ ملاحظہ ہوں:

مولانا عبدالحی لکھنوی لکھتے ہیں:

”گائے ذبح کرنا اگرچہ مباح ہے، واجب نہیں۔ مگر ایسا مباح نہیں کہ کسی زمانے یا بلا میں اس کا رواج ہو بلکہ یہ طریقہ قدیمہ ہے۔ آنحضرت ﷺ و صحابہ و تابعین و جملہ سلف صالحین (رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ) سے تمام بلاد و امصار میں اور اسکی اباحت پر اجماع ہے تمام اہل اسلام کا ایسے امر شرعی ماثور پر قدیم سے اگر ہنود روکیں تو مسلمان کو اس سے باز رہنا درست نہیں ہے بلکہ ہر گاہ ہنود ایک امر شرعی قدیم کی ابطال میں کوشش کریں۔ اہل اسلام پر واجب ہے کہ اس کے ابقاء و اجرا میں سعی کریں۔ اگر ہنود کے کہنے سے اس فعل کو چھوڑ دیں گے، گناہگار ہوں گے۔“ (۱۲)

مولوی عبدالحی محمد عبدالحلیم لکھتے ہیں:

”جن بلاد و مواضع ہند میں رواج گاؤں کشتی چلا آیا ہے اب کوئی ہنود پیاس تعصب مانع ہے۔ مسلمانوں کو پیاس حمیت اسلامی ابقائے گاؤں کشتی میں کوشش بلیغ لازم ہے نہ ہمارا ترک نہ کریں۔ گاؤں کشتی شعارِ مسلمانی ہے احتمالِ فساد ہو تو بذریعہ حکام رفع کرنا اس کا اُس کا

۹: ”انفس الفکر“ از امام احمد رضا، ص: ۲۱۸

۱۰: ”تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: ”انفس الفکر فی قربان البقر“ ص: ۲۱۸

۱۱: ”تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو ”انفس الفکر فی قربان البقر“ ص: ۲۱۸، مطبوعہ مکتبہ حامدیہ، لاہور

۱۲: ”تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو ”انفس الفکر فی قربان البقر“ ص: ۲۱۸، مطبوعہ مکتبہ حامدیہ، لاہور

باقائے رواج قدیم واجب ہے، خوفِ فسادِ ہنود ذبح گائے سے زہنہار باز نہ رہیں۔ ذبح گاو شعائرِ اسلام سے ہے اہمال اس کا بلا وجہ وجیہہ جائز نہیں۔“ (۱۳)

مولوی عبدالوہاب لکھتے ہیں:

”فی الواقع ان بلاد میں مسلمانوں کو گاؤ کشی باقی رکھنے میں کوشش لازم ہے۔“ (۱۴)

مولوی عبدالوہاب مولوی ابوالغنا محمد عبدالحجید، مولوی ابوالاحیا محمد نعیم اور مولوی ابوالکرم محمد اکرم نے فتویٰ دیا۔ قربانی گائے کی شعائرِ اسلام ہے۔ اس کا موقوف کرنا بہ سبب ممانعتِ ہنود معصیت ہے۔“ (۱۵)

مولانا مفتی محمد مظہر اللہ امام مسجد جامع فتح پوری دہلی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے ایک فتوے کا خلاصہ یوں ہے:

”گائے کی قربانی دین الہی کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے..... ایسی صورت میں مسلمانوں پر واجب ہوگا کہ ہر ممکن کوشش سے اس نشان کی محافظت کریں کہ اس سے لاپرواہی عقاب الہی کا موجب اور عقاب الہی کا خوف اس کی محافظت کا سبب ہے..... جس طرح گائے کا ذبیحہ اسلامی نشان ہے یوں ہی اس کا بند کرنا کفری نشان ہے۔ پس اس کی بندش کا اقدام تو بڑی شے ہے اس کی جانب قلب کا میلان بھی عذابِ نار کا موجب ہے۔“ (۱۶)

درج بالا حقائق سے معلوم ہوا کہ جس زمانے میں جس شہر میں اسلام کے کسی مباح پر قدغن لگانے کی کوشش کی جائے وہاں اس مباح پر عمل واجب ہو جاتا ہے اور وہ مباح اس زمانے یا شہر میں شعائرِ اسلام بن جاتا ہے۔ پاکستان سمیت جن علاقوں میں گائے کی قربانی پر قدغن نہیں وہاں ذبیحہ گاو واجب نہیں اور جن علاقوں میں ہنود وغیرہ

مسلمانوں کو اس سے روکیں وہاں ذبیحہ گاو واجب ہے۔ گویا کسی امر مباح کے شعائرِ اسلام بننے میں حالات اور مقامات کے اختلاف کو دخل ہے۔

گزشتہ سطور میں جو اصول اور قواعد بیان ہوئے ان کو مد نظر رکھتے ہوئے ہم چند اسلامی شعائر کا تذکرہ کرتے ہیں۔ غزوہ احد میں جب لشکرِ اسلام کا مقابلہ مشرکین اور کفار کی فوج سے ہوا تو اس وقت لشکرِ اسلامی کا شعائر اللہ تعالیٰ کی توحید کا نعرہ تھا۔ ”بخاری شریف“ میں ہے:

”قَالَ ابُو سَفْيَانَ اَعْلُ هُبْلُ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ اَجِيبُوهُ قَالُوا: مَا نَقُولُ قَالَ: اَللَّهُ اَعْلَى وَاَجَلُ قَالَ ابُو سَفْيَانَ: لَنَا الْعُزَى وَلَا عُزَى لَكُمْ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ اَجِيبُوهُ قَالُوا: مَا نَقُولُ قَالَ: قُولُوا لِلَّهِ مَوْلَانَا وَلَا مَوْلَى لَكُمْ۔“ (۱۷)

”ابوسفیان بولا: اعلٰ ہبل (اے ہبل بلند ہو) حضور اکرم نور مجسم ﷺ نے صحابہ سے فرمایا ”تم اس کا جواب دو“ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے عرض کیا ”جواب میں کیا کہیں“ فرمایا تم کہو ”اللہ اعلیٰ واجل“ (اللہ تعالیٰ اعلیٰ اور بزرگ ہے) ابوسفیان بولا: لَنَا الْعُزَى وَلَا عُزَى لَكُمْ (ہمارا معبود عزی ہے اور تمہارے پاس کوئی عزی نہیں) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مجاہدین اسلام سے فرمایا کہ ”تم اس نعرے کا جواب دو“ صحابہ نے عرض کی ”ہم جواب میں کیا کہیں“ فرمایا: تم کہو: اَللَّهُ مَوْلَانَا وَلَا مَوْلَى لَكُمْ (اللہ تعالیٰ ہمارا مولیٰ ہے اور تمہارا کوئی مولیٰ نہیں)۔“

شرک کے مقابلے میں نعرہ توحید شعائرِ اسلام بنا کیونکہ اس وقت مشرکین کی طرف سے توحید ذاتِ باری کا انکار ہو رہا تھا۔ توحید کا اثبات اس بات کا متقاضی تھا کہ نعرہ توحید شعار بنے۔

۱۳: ”فتاویٰ مولوی عبدالحی لکھنوی، بحوالہ ”انفس الفکر فی قربان البقر“ ص: ۲۲۶

۱۴: ”فتاویٰ مولوی عبدالحی لکھنوی، بحوالہ ”انفس الفکر فی قربان البقر“ ص: ۲۲۶

۱۵: ”مجموعہ فتاویٰ مولوی عبدالحی لکھنوی طبع اول، ص: ۱۵۵ تا ۱۵۸، بحوالہ ”انفس الفکر فی قربان البقر“ ص: ۲۲۷، مطبوعہ مکتبہ حامدیہ، لاہور

۱۶: ”فتاویٰ مظہر“ جلد: اول و دوم، بار اول مطبوعہ مدینہ پبلشنگ کراچی، ص: ۳۲۱، ۳۲۲

۱۷: ”فتاویٰ مظہر“ جلد: اول و دوم، بار اول مطبوعہ مدینہ پبلشنگ کراچی، ص: ۳۲۱، ۳۲۲

۱۸: ”بخاری شریف“ جلد دوم، ص: ۵۷۹، مطبوعہ لاہور

چنانچہ حضور اکرم ﷺ کی تعلیم سے وہی شعار بنا۔ سن ۷ھ میں سر یہ مہفحہ کی طرف بنی عبد بن ثعلبہ میں لشکر اسلام کا شعار نعرہ تکبیر تھا۔

علامہ سید محمد الواقدی فرماتے ہیں کہ اس لشکر کے سپہ سالار نے اپنی فوج کو کہا:

”إِذَا كَبَّرْتُ فَكَبِّرُوا فَكَبِّرُوا جَمِيعًا مَعَهُ“ (۱۸)
”جب میں نعرہ تکبیر بلند کروں تم بھی نعرہ تکبیر بلند کرو۔“

چنانچہ سپہ سالار نے نعرہ تکبیر بلند کیا۔ مجاہدین نے بھی اس کے ساتھ اللہ اکبر کا نعرہ بلند کیا۔ شعبان ۷ھ میں حضرت سیدنا ابوبکر صدیق کی سرکردگی میں ایک لشکر نجد کی طرف روانہ ہوا۔ اس لشکر کا شعار ”اُمّت اُمّت“ تھا۔

امام واقدی نے لکھا:

”وَكَانَ شِعَارُنَا اُمّت اُمّت“ (۱۹)

صفر ۸ھ میں سرید کرید میں لشکر اسلامی کا شعار بھی یہی تھا۔ واقدی امام مغازی نے لکھا:

”وَشِعَارُنَا اُمّت اُمّت“ (۲۰)

”اس روز ہمارا (لشکر اسلام) کا نعرہ ”اُمّت اُمّت“ تھا۔“
غزوہ خیبر میں صحابہ کرام کا شعار ”يَا مَنْصُورُ اُمّت“ تھا۔ امام مغازی واقدی نے لکھا:

”فَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ يَغْدُو بِالْمُسْلِمِينَ عَلَى رَأْيَتِهِمْ وَكَانَ شِعَارُهُمْ يَا مَنْصُورُ اُمّت“ (۲۱)

”حضور اکرم ﷺ لشکر اسلام کے ساتھ نکلے۔ مسلمانوں کے ہاتھوں میں جھنڈے تھے اس روز ان کا نعرہ تھا: ”يَا مَنْصُورُ“ (۱)۔

منصور، انہیں ہلاک فرما)۔

”يَقُولُونَ يَا لَيْبَيْكَ يَا لَيْبَيْكَ“ (۲۲)

”صحابہ کرام کا نعرہ تھا ”يَا لَيْبَيْكَ يَا لَيْبَيْكَ“۔“

ارباب علم و دانش جانتے ہیں کہ غزوہ حنین میں ایک ایسا موقعہ آیا تھا کہ صحابہ کرام رَضْوَانُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْن عین معرکہ میں منتشر ہو گئے تھے۔ ان کے قدم اکھڑنے لگے تھے۔ حضور اکرم ﷺ کی برکت سے ان کے قدموں میں ثبات آ گیا اور وہ دوبارہ جمع ہو کر عرض کرنے لگے یا رسول اللہ ﷺ ہم حاضر ہیں۔ یہی ان کا نعرہ تھا۔ ”لَبَّيْكَ لَبَّيْكَ“

حضور اکرم نور مجسم ﷺ کے وصال کے بعد امیر المؤمنین سیدنا صدیق اکبر رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُ کی خلافت کے ابتدائی دور میں میلہ کذاب نے دعوائے نبوت کیا۔ اس کا دعویٰ تھا کہ حضور کے بعد میں نبی ہوں۔ بظاہر توحید پر ایمان کا مدعی تھا۔ سیدنا صدیق اکبر رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُ نے اس کے خلاف جہاد فرمایا۔ اس جہاد میں صحابہ کرام رَضْوَانُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْن کا نعرہ اقتضائے حال کی تبدیلی سے بدل گیا۔ میلہ کذاب اور اسکے ہمنوا بظاہر توحید باری تعالیٰ کے مقرر تھے لیکن واضح اختلاف تو حضور انور ﷺ کی ختم نبوت کے عقیدے میں ہو گیا تھا اس لئے اس وقت صحابہ کرام کا نعرہ ”یا رسول اللہ مدد“ تھا۔

مولانا سید احمد بن زینی دحلان الحسینی (م ۱۳۰۴ھ) کُنْدُسِیہ فرماتے ہیں:

”وَصَحَّ أَيْضًا أَنَّ أَصْحَابَ النَّبِيِّ ﷺ قَاتَلُوا مَسِيلَمَةَ الْكَذَّابِ كَانَ شِعَارُهُمْ وَأَمْحَدَاهُ وَأَمْحَدَاهُ“ (۲۳)

صحیح روایات سے ثابت ہے کہ صحابہ کرام رَضْوَانُ اللہ تَعَالٰی

۱۸: ”المغازی للواقدی، جلد دوم، ص: ۷۲، مطبوعہ آکسفورڈ یونیورسٹی پریس، لندن ۱۲۰۵ھ، نشر دانش اسلامی

۱۹: ”الغازی للواقدی، جلد دوم، ص: ۷۲

۲۰: ”ایضاً، جلد دوم، ص: ۷۲

۲۱: ”ایضاً، جلد دوم، ص: ۲۲۲

۲۲: ”ایضاً، جلد دوم، ص: ۸۹۸، ۸۹۹

۲۳: ”خلاصة الکلام فی بیان امراء البدن الحرام، سید احمد بن دحلان، الجزء الثاني، ص: ۲۵۸، مطبوعہ مکتبہ اشبق استانبول ترکیہ،

۱۹۷۲، ۱۳۹۲ھ

عَلَيْهِمْ أَجْمَعِينَ نے مسیلہ کذاب سے مقابلہ کیا تو ان کا نعرہ ”وامحمداه
وامحمداه۔“ تھا۔“

یاد رہے کہ اہل عرب جب کسی کو مشکل کے وقت پکارتے
ہیں تو منادی کے ابتداء میں ”واؤ“ اور اس کے آخر میں ”اہ“ کا اضافہ
کرتے ہیں اسے استغاثہ کہتے ہیں۔ استغاثہ سے مقصود منادی سے مدد
چاہنا ہے۔ ”وامحمداه وامحمداه“ کا ترجمہ ہماری زبان میں
”يَا رَسُولَ اللَّهِ الْمَدَدُ يَا رَسُولَ اللَّهِ الْمَدَدُ“ کے ہیں۔ (۲۳)

گویا کہ پکارنے والا مستغیث اپنے منادی کو اپنا کلام سنا
رہا ہے اور وہ فحقی میں اپنے احوال عرض کر رہا ہے۔ خلاصہ کلام صحابہ
کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین عین حالت جنگ میں حضور اکرم نور
مجسّم ﷺ کو مدد کیلئے پکارتے رہتے تھے ان کا ایمان تھا کہ ہمارا استغاثہ
بارگاہ رسالت میں پہنچ رہا ہے اور حضور ان کا استغاثہ سن رہے ہیں۔

خیر القرون، دور صحابہ تابعین میں عجم کا وسیع علاقہ فتح ہوا۔
بے شمار جنگوں میں مسلمانوں کو کفار کا مقابلہ کرنا پڑا۔ ظاہر ہے ان جنگوں
میں مسلمانوں کا شعرا اقتضائے حال کے پیش نظر بدلتا رہا۔ امام مغازی
علامہ واقدی کے حوالے سے چند معرکوں میں مسلمانوں کے شعرا کا ذکر
کیا جاتا ہے۔

”جنگ یرموک“ میں اسلامی فوج کے جتنے دستے تھے سب
سب کا شعرا مختلف تھا۔ علامہ واقدی نے اس کو یوں بیان کیا:

”وَكَانَ شِعَارُهُمْ (دوس) يَوْمَئِذٍ الْجَنَّةُ الْجَنَّةُ قَالَ
الْوَاقِدِيُّ رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى حَدَّثَنِي مُوسَى بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ عَطَاءِ
مُرَادٍ قَالَ سَأَلْتُ رَجُلًا عَدُوًّا مَا كَانَ شِعَارُ الْمُسْلِمِينَ يَوْمَ الْيَرْمُوكِ
فَأَخْبَرْتُ أَنَّ شِعَارَ أَبِي عُبَيْدَةَ أَمْتُ أُمْتُ وَشِعَارَ عَيْسَ يَالْعَبَسُ
وَشِعَارَ الْيَمَنِ مِنْ أَخْلَاطِ النَّاسِ يَانْصَارَ اللَّهُ وَشِعَارُ خَالِدٍ وَمَنْ
مَعَهُ يَاحْزِبَ اللَّهُ وَشِعَارُ حَمِيرٍ الْفَتْحُ الْفَتْحُ وَشِعَارُ دِرْمٍ وَالسَّكَاكِتِ

الصَّبْرُ الصَّبْرُ وَشِعَارُ بَنِي مُرَادٍ يَانْصَارَ اللَّهُ أَنْزَلَ فَهَلْكَ كَانَتْ شِعَارُ
الْمُسْلِمِينَ يَوْمَ الْيَرْمُوكِ۔“ (۲۵)

”جنگ یرموک میں: دوس قبیلے کا شعرا ”الْجَنَّةُ الْجَنَّةُ“
قبیلہ ابوعبیدہ کا شعرا ”أُمْتُ أُمْتُ“ قبیلہ عیس کا شعرا ”يَالْعَبَسُ“ بنی
لوگوں کا شعرا ”يَا نَصَارَ اللَّهُ“ خالد اور اسکے ساتھیوں کا شعرا ”يَا حَزْبَ
اللَّهِ“ حمیر کا شعرا ”الْفَتْحُ الْفَتْحُ“ درم اور سکا سک کا شعرا
”الصَّبْرُ الصَّبْرُ“ بنی مراد کا شعرا ”يَانْصَارَ اللَّهُ أَنْزَلَ“ تھا۔“

ضرار بن الازرار ان کی اسیری کو ختم کرنے کی مہم خالد بن
ولید کے ماہان پر حملے کے وقت اسلامی شعرا کو واقدی نے یوں بیان کیا:
”قَالَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ الْحَمِيدِ الْجُمُعِيُّ وَكَانَ خَالِدٌ
إِمَامًا مُنَافِيًا حَمَلَتْهُ وَنَحْنُ مِنْ وَرَائِهِ وَكَانَ شِعَارَنَا يَا مُحَمَّدُ يَا
مَنْصُورٌ أَمْتُكَ أَمْتُكَ۔“ (۲۶)

”عبدالرحمن بن حمیدی جمعی فرماتے ہیں کہ اس روز ہمارے
لشکر کے سپہ سالار خالد بن ولید تھے ہم انکے پیچھے کھڑے تھے اس روز
ہمارا شعرا ”يَا مُحَمَّدُ يَا مَنْصُورٌ أَمْتُكَ أَمْتُكَ۔“
حلب اور اس کے قلعوں کی فتح کے ضمن میں واقدی شعرا کا
تذکرہ یوں کرتے ہیں:

”وَكَعْبُ بْنُ حَمْزَةَ قَلِقَ عَلَى الْمُسْلِمِينَ فَجَاهَدَ عَنْهُمْ
وَهُوَ يَجُولُ بِالرَّايَةِ وَيُنَادِي يَا مُحَمَّدُ يَا مُحَمَّدُ يَانْصَارَ اللَّهُ أَنْزَلَ
مَعَاشِرَ الْمُسْلِمِينَ اتَّبِعُوا إِنَّمَا هِيَ سَاعَةٌ وَيَا بَنِي النَّصْرِ وَأَنْتُمْ الْأَعْلَوْنَ۔“ (۲۷)

”حلب کی فتح کے روز کعب بن حمزہ بڑے مضطرب تھے۔
ہاتھ میں جھنڈا پکڑے مسلمانوں کی جانب سے لڑ رہے تھے اور پکار
رہے تھے ”يَا مُحَمَّدُ يَا مُحَمَّدُ يَانْصَارَ اللَّهُ أَنْزَلَ“ اے جماعتِ مسلمین
میرے ساتھ آؤ لڑائی کی گھڑی یہی ہے۔ انشاء اللہ مدد آنے والی ہے تم

۲۳: ”تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: (الف) الکافیہ لابن حاجب (ب) شرح ملا جامی مطبوعہ نولکشور، ص: ۸۹

۲۵: ”فتوح الشام للواقدي“ جلد اول، ص: ۱۳۱ (الف) مطبوعہ مکتبہ التجاریۃ الکبریٰ، مصر، (ب) مطبوعہ عبدالحمید

احمد حقی، مصر، ص: ۱۳۱

۲۶: ”ایضاً“ جلد اول، ص: ۱۲۸

۲۷: ”فتوح الشام للواقدي“ جلد اول، ۱۵۷، مطبوعہ مکتبہ التجاریۃ الکبریٰ، مصر

ہی سرفراز ہو گئے۔“

الہمنسا کی فتح اور اس میں صحابہ کرام کے داخلے کے ذکر میں
واقدی نے مسلمانوں کا شعاریوں ذکر کیا:

”وَكَانَ شِعَارُ الْمُسْلِمِينَ تِلْكَ اللَّيْلَةَ يَنَادُونَ يَا مُحَمَّدُ
يَا مُحَمَّدُ يَا نَصْرَ اللَّهِ أَنْزِلْ“۔ (۲۸)

”الہمنسا کی فتح کی رات مسلمان جس شعار کو پکارتے رہے
تھے وہ یہ تھا: ”يَا مُحَمَّدُ يَا مُحَمَّدُ يَا نَصْرَ اللَّهِ أَنْزِلْ“۔“

الہمنسا کی فتح میں صحابہ کرام کا ایک شعار ملاحظہ ہو:

”وَكَانَ شِعَارُ الْمُسْلِمِينَ يَا نَصْرَ اللَّهِ أَنْزِلْ“۔ (۲۹)

”مسلمانوں کا شعار تھا ”يَا نَصْرَ اللَّهِ أَنْزِلْ“۔“

اسی فتح کے روز حضرت خالد بن ولید کا شعاریوں تھا:

”فَصَاخَ (خَالِدٌ) وَغَوَّثَاهُ وَأَمَحَمَّاهُ وَأَسْلَمَاهُ“۔ (۳۰)

”حضرت خالد کا نعرہ تھا: ”اے میرے مدگار! یا رسول اللہ

المدد! اسلام مدد۔“

”مرج القبائل داخل الدروب“ کے ذکر میں واقدی نے
اسلامی دستوں کا شعاری ذکر کرتے ہوئے ضمنی طور پر ایک عجیب حکایت نقل
کی ہے۔ لکھتے ہیں:

”السَّوْدَانُ يَا مُحَمَّدُ يَا مُحَمَّدُ..... وَسَمِعْتُ قَائِلًا يَقُولُ لَا
إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ فَقُلْتُ هَذِهِ أَصْوَاتُ الْمَلَائِكَةِ فَاتَّبَعْتُ
الصَّوْتُ فَإِذَا هُوَ صَوْتُ دَامِسَ..... وَمَعَهُ الْعَشْرَةُ الْمَسُورُونَ وَهُمْ
يَقَاتِلُونَ مَعَهُ يَسْرَةً وَأَسَالِي صَدْرِهِ وَقَبْلَهُ بَيْنَ عَيْنَيْهِ وَقَالَ لَهُ
كَيْفَ كَانَ أَمْرُكُمْ قَالَ إِعْلَمُ أَيُّهَا الْأَمِيرَانِ الرُّومُ كَانُوا قَدْ
تَكَاثَرُوا عَلَى فَرَسِي فَقَاتَلُوا وَقَعْتُ فَأَخَذُونِ أَسِيرًا وَجَعَلُونِي فِي
الْحَدِيدِ وَقَعَلُوا بِأَصْحَابِي مِثْلِي قَدْ آيَسْنَا مِنْ أَنْفُسِنَا فَلَمَّا جَنَّ
الَلَيْلُ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ
يَقُولُ لَا بَأْسَ عَلَيْكَ يَا دَامِسُ إِعْلَمُ أَنَّ مَنْزِلِي عِنْدَ اللَّهِ عَظِيمَةٌ ثُمَّ

أَنَّهُ أَمَرِيْدَهُ الْكَرِيمَةَ عَلَى الْحَدِيدِ فَسَقَطَ عَنِّي وَفَعَلَ ذَلِكَ مَعَ
أَصْحَابِي وَقَالَ لَنَا ابْشِرُوا بِنَصْرِ اللَّهِ فَإِنَّا نُبَيِّكُمُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ
وَقَالَ لِي أَقْرَنِي عَنِّي مَيْسِرَةَ الْإِسْلَامِ وَقُلْ لَهُ جَزَاكَ اللَّهُ خَيْرًا ثُمَّ
غَابَ عَنِّي فَانْتَبَهْتُ..... وَخَرَجْنَا مِنْ بَيْنِهِمْ سَالِبِينَ وَهَذَا
حَدَّثَنَا قَالَ فَضَّةُ الْمُسْلِمُونَ بِالتَّهْلِيلِ وَالتَّكْبِيرِ وَالصَّلَاةِ عَلَى
النَّبِيِّ الْبَشِيرِ النَّذِيرِ“۔ (۳۱)

”اس جنگ میں عرب کا شعار ”النَّصْرَةُ الْبَشِيرَةُ“ اور سوادان
کا شعار ”يَا مُحَمَّدُ يَا مُحَمَّدُ“ تھا۔ راوی کہتا ہے کہ میں نے ایک
آواز سنی کہنے والا کہہ رہا تھا۔ ”لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ“ میں سمجھا
کہ یہ فرشتوں کی آواز ہے۔ جب میں نے غور کیا تو معلوم ہوا کہ دامس
کی آواز ہے۔ وہ قید ہو چکا تھا اور اس کے ساتھ مزید دس مجاہد بھی قید
ہو چکے تھے..... راوی میسرہ کہتا ہے کہ میں نے دامس کو سینے سے لگایا
اور اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا پوچھا کہ تمہارا کیا حال
ہے؟ اس نے کہا: اے امیرِ سن، رومیوں نے میرے گھوڑے
کا محاصرہ کر لیا اور اسے قتل کر دیا اور میں نیچے گر پڑا انہوں نے مجھے گرفتار
کر لیا اور لوہے کی بیڑیاں پہنا دیں۔ میرے ساتھیوں کے ساتھ بھی
انہوں نے یہی کچھ کیا۔ اس حال میں ہم اپنے انجام سے مایوس ہو چکے
تھے۔ جب رات ہوئی میں نے نبی رحمت رسول اکرم ﷺ کی زیارت
کی۔ آپ نے فرمایا گھبرانے کی کوئی بات نہیں۔ تمہیں معلوم ہونا چاہئے
کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں میرا بڑا مقام ہے۔ پھر آپ نے اپنا دست مبارک
میری بیڑیوں پر پھیرا وہ فوراً کھل گئیں۔ ایسے ہی آپ نے میرے
دوسرے قیدی ساتھیوں کے ساتھ کرم فرمایا۔ آپ نے فرمایا۔ تمہیں
بشارت ہو اللہ کی نصرت کی۔ میں تمہارا کریم رسول محمد ہوں (ﷺ)
آپ نے مجھے ارشاد فرمایا کہ میری طرف سے میسرہ کو سلام کہنا اور اسے
کہنا کہ اللہ تعالیٰ تمہیں بہترین جزا عطا فرمائے۔ اس کے بعد میں
بیدار ہوا..... (اس خواب کی کیفیت ہم نے بیداری میں مشاہدہ کی) ہم
دشمنوں کے درمیان سے صحیح و سالم نکل آئے۔ یہ ہمارا حال ہے۔

۲۸: ”ایضاً“ جلد دوم، ص: ۱۷۷

۲۹: ”ایضاً“ جلد دوم، ص: ۱۵۵

۳۰: ”ایضاً“ جلد دوم، ص: ۱۸۴

۳۱: ”فتوح الشام للواقدي“ جلد دوم، ص: ۵، مطبوعہ مكتبة التجارية الكبرى، مصر

مسلمانوں نے یہ دیکھ کر نعرہ ہائے رسالت بلند کئے۔

جنگ یرموک کا شعار وہ تھا جو غزوہ بدر اور احد کا تھا یعنی:

”يَا نَصْرَ اللَّهِ اِنْزِلْ يَا مَنْصُورُ اَمْتُ اَمْتُ“

”اے منصور! ہلاک فرما ہلاک فرما!“

اس سلسلہ واقد کی روایت ملاحظہ ہو:

”وَكَانَ شَعَارُهُمْ يَنْصُرُ اللَّهَ اِنْزِلْ يَا مَنْصُورُ اَمْتُ اَمْتُ وَكَانَ هَذَا شَعَارَهُمْ يَوْمَ بَدْرٍ وَاحِدٍ..... وَصَاحَ أَبُو عُبَيْدَةَ لِسَعِيدِ بْنِ زَيْدٍ فَحَمَلَ بَيْنَ مَعَهُ وَهُوَ يَنَادِي لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ يَا مَنْصُورُ اَمْتُ اَمْتُ“ (۳۲)

یاد رہے منصور اور نصر اللہ حضور اقدس نبی رحمت ﷺ کے صفاتی اسم ہیں۔ (۳۳)

جنگوں میں صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کلمہ طیبہ پڑھتے اور دافع البلاء، غم خوار آقا حضور ﷺ کو ندا فرماتے اور عرض کرتے ! یا رسول اللہ! دشمن کو ہلاک فرمائیے۔ سبحان اللہ کیسا پیارا عمل اور کتنا حسین عقیدہ تھا۔ اس اسلامی شعار سے صحابہ کرام کافروں سے ممتاز ہوتے تھے۔

اسلام کی آواز جب عرب سے نکل کر عجم میں پہنچی تو حالات میں تبدیلی آئی۔ حضور ﷺ کی پیش گوئی کے مطابق اسلام سے علیحدہ ہو کر لوگ فرقوں میں تقسیم ہونے لگے۔ اگرچہ ہر فرقہ اپنے آپ کو اسلام کا وارث اور پیرو کار گردانتا تھا، مگر حقانیت کا معیار تو خود حضور اکرم ﷺ نے مقرر فرما دیا تھا:

”مَا نَا وَعَلَيْهِ أَصْحَابِي“

”میرا طریقہ مرضیہ اور صحابہ کرام کا عمل مبارک۔“

یہ معیار ہر دور میں حق و باطل میں فاصل رہا اور آج بھی یہی معیار حق ہے وضو کے فرائض میں سے پاؤں دھونا یا موزوں پر مسح کرنا ہے۔ موزوں کا مسح کرنا صرف مباح ہے واجب نہیں اور نہ ہی حضور اکرم ﷺ نے اسے اپنا اور صحابہ کا شعار بنایا۔ مگر چونکہ رافضی اور خارجی موزوں کے مسح کو جائز اور مباح نہیں سمجھتے اور صحابہ کرام اور اہل بیت

سے صحیح عقیدت نہیں رکھتے۔ اس لئے اس علاقے یا زمانے میں صحابہ کرام سے محبت اور موزوں پر مسح کرنا شعائر اسلامی بنا۔

”البحر الرائق شرح كنز الدقائق“ میں ہے:

”رَوَى أَنَّ أَبَا حَنِيفَةَ سُئِلَ عَنْ مَذْهَبِ أَهْلِ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ فَقَالَ هُوَ أَنَّ تَفَضُّلَ الشَّيْخِينَ وَتُحِبُّ الْخَتَنِينَ وَتَرَى الْمَسْحَ عَلَى الْخَفِيِّينَ“ (۳۴)

”امام الائمہ سراج الامہ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ نعمان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کسی نے سوال کیا کہ اہل سنت و جماعت کون لوگ ہیں؟ فرمایا اہل سنت و جماعت وہ لوگ ہیں جو شیخین (سیدنا صدیق اکبر اور سیدنا فاروق) اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو دوسرے صحابہ سے افضل جانیں۔ حضور اکرم ﷺ کے دونوں داماد (سیدنا عثمان ذی النورین اور سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہما) سے محبت کریں اور موزوں پر مسح کو جائز جانیں۔“

آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ حالات، زمانے اور مقام کے بدلنے سے اسلامی شعار میں تبدیلی آگئی۔ جہاں صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے لوگ عقیدت نہ کریں وہاں اسلامی شعار حب صحابہ ہے جہاں اسلامی مباح موزوں پر مسح کو مباح نہ سمجھا جائے وہاں موزوں پر مسح کرنا اہل سنت کا شعار ہے۔

کلمہ ”عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ“ انبیائے کرام اور ملائکہ مقربین کے ساتھ استعمال ہوتا ہے ”رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ“ صحابہ کرام اور سلف صالحین کے ناموں کیساتھ استعمال ہوتا ہے۔ ”صَلَاةُ وَسَلَامُ“ اصالتاً کسی غیر نبی کے نام کیساتھ استعمال کرنا اہل سنت و جماعت کے نزدیک جائز نہیں۔ ہاں جعاً اس استعمال ہوتا ہے۔ ”صَلَاةُ وَسَلَامُ“ اصالتاً کسی غیر نبی کے نام کے ساتھ جائز ہے مگر اہل بدعتہ شیعہ وغیرہ حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ و کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم اور دیگر ائمہ اہل سنت کے ناموں کے ساتھ ”عَلَيْهِ السَّلَامُ“ استعمال کرتے ہیں۔ ملا علی قاری علیہ الرحمۃ الباری فرماتے ہیں:

”إِنَّ قَوْلَ عَلِيٍّ عَلَيْهِ السَّلَامُ مِنْ شَعَارِ أَهْلِ الْبِدْعَةِ“

۳۲: ”فتوح الشام للواقدي“ جلد اول، ص: ۱۳۳، مطبوعہ مكتبة التجارية الكبرى، مصر

۳۳: ”تفصيل کے لئے ملاحظہ ہو: (الف) دلائل الخیرات فصل اسماء النبی ﷺ، ص: ۱۵، (ب) شرح زرقانی علی المواہب اللدنیہ، جلد ثالث، ص: ۱۴۲، وما بعد مطبوعہ بیروت

۳۴: ”البحر الرائق شرح كنز الدقائق“ جلد اول، ص: ۱۲۶۵، مطبوعہ ایچ، ایم سعید کمپنی، کراچی

”علی علیہ السلام“ کہنا اہل بدعت کا شعار ہے۔“

مسلمانوں کو کسی خاص نوعیت کے لباس کا حکم نہیں۔ نہ ہی کسی لباس سے روکا گیا۔ ماسوائے لباس شہرت کے۔ البتہ الگ کوئی خاص نوعیت کا لباس کسی خاص قوم کا شعار بن جائے تو مسلمانوں کو اس سے منع کر دیا گیا ہے مثلاً ہندوؤں کا زنار، مجوسیوں کی ٹوپی، نصاریٰ کا نشان صلیب وغیرہ۔ اس سلسلے میں علمائے کرام کا فیصلہ ملاحظہ ہو:

”وفی الفتاویٰ الصغریٰ من تقلّسَ بقلنسوةٍ المَجُوسِ اِیْ لِبْسَہَا وَتَشَبَّہَ بِہُمْ اَوْ حَاطَ خِرْقَةً صَفراءَ عَلَی الْعَاتِقِ اِیْ وَہُوَ مِنْ شِعَارِہُمْ اَوْ شَدَّ فِی الْوَاسِطِ خِیْطًا کَفَرًا اِذَا کَانَ مُتَشَابِہًا بِخِیْطِ اَوْرَبْطَہُمْ اَوْ سَمَاءَ زَنَارًا۔“ (۳۵)

”فتاویٰ صغریٰ“ میں ہے کہ جس نے مجوسیوں کی سی ٹوپی پہنی جس سے مجوسیوں سے مشابہت ہوتی ہو یا کندھے پر زرد رنگ کا ٹکڑا سی لیا ہو جس سے مجوسیوں سے مشابہت ہو کہ یہ ان کا شعار ہے یا کمر میں دھاگہ باندھ لیا جو ہندوؤں کے زنار کے مشابہ ہو یا اس نے دھاگہ باندھ کر اس کا نام زنار رکھ لیا ہو۔ ایسا کرنا کافر ہے۔ استغفر اللہ ومن تنذر یزناں البھود والنصارى وان لم یدخل کنیستھم کفر۔“ (۳۶)

جس نے یہودی یا نصاریٰ کی مشابہت میں زنار باندھا وہ شخص کافر ہو گیا اگرچہ ان کی عبادت گاہ گرجا میں نہ گیا ہو۔ آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ کسی قوم کے شعار کے محض نقل اختیار کرنے سے آدمی اسی قوم میں شمار ہوتا ہے۔ اگر اسلام کا شعار اختیار کرے تو مسلمان اور اگرچہ ہنود، یہود، نصاریٰ یا مجوسی نہ بنے اور نہ ان کا عقیدہ اختیار کرے اور نہ ان کی سی عبادت کرے نہ ان کی عبادت گاہ میں جائے مگر مشابہت کی بناء پر وہ شخص اس قوم کے حکم میں شامل ہو گیا۔

حضور اکرم ﷺ کے اس ارشاد کا مفہوم یہی ہے:

”مَنْ تَشَبَّہَ بِقَوْمٍ فَہُوَ مِنْہُمْ۔“ (۳۷)

”جو کسی قوم کی مشابہت اختیار کر لیتا ہے وہ انہی میں سے

ہے۔“

علامہ عبد الرؤف مناوی علیہ الرحمۃ الباری نے اس حدیث کی شرح میں فرمایا:

”مُعَارٍ لِّبَیْسِ رِیْثَہُمْ وَتَخَلَّقَ بِخُلُقِہُمْ وَمَنْ تَشَبَّہَ بِالْفَسَاقِ یُہَانُ۔“ (۳۸)

”جس نے کسی قوم کے سے اطوار اپنالئے اور ان کے اخلاق سے متخلق ہو گیا۔“

اس مشابہت سے وہ شخص اس قوم میں شمار ہونے لگا جس نے فاسقوں کی مشابہت اختیار کر لی اسے ذلیل کیا جائے۔

ملا علی قاری علیہ الرحمۃ الباری نے شعار کی اہمیت کو نہایت جامع الفاظ میں یوں بیان فرمایا ہے:

”فَالْمَدَارُ عَلَی الشَّعَارِ۔“ (۳۹)

”مدار کا شعار ہے۔“

شعار سے قوموں کی پہچان ہے۔ شعار ہی وجہ امتیاز ہے، شعار ہی دلیل ایمان ہے، شعار ہی دلیل کفر ہے۔

کوئی مخصوص درود شریف پڑھنا ضروری ہے نہ کسی درود شریف پڑھنے پر پابندی ہے۔ اپنے ذوق یا تعلیم کی بنا پر جو جس درود شریف کو اختیار کر لے جائز ہے۔ اسی طرح کسی خاص وقت درود شریف پڑھنے سے منع کرنا جائز نہیں۔ مباح اوقات میں جب چاہے اور جو درود شریف چاہے پڑھ سکتا ہے، اس کو منع کرنے والا ناحق ہے۔ ہمارے اسلاف نے درود شریف کی مانعین کے سامنے صلوٰۃ و سلام پڑھ کر شعار اسلام کی حفاظت کی حتیٰ کہ بعض اوقات اس شعار کی حفاظت میں مرتبہ شہادت سے سرفراز ہوئے۔

علامہ سید احمد بن زینی دحلان الہی سابق خطیب و مدرس مسجد حرام (م ۱۳۰۴ھ) نے اس نوعیت کا ایک واقعہ لکھا:

”وَمِنْ ذَٰلِكَ اَنَّهُ کَانَ یُکْرَهُ الصَّلَاۃُ عَلَی النَّبِیِّ ﷺ وَیَتَاذَنُ بِسَمَاعِہَا وَیَنْہِی عَنِ الْاِتِّیَانِ بِہَا لِیَلَّہُ الْجُمُعَةُ وَعَنِ الْجَهْرِ

۳۵: ”شرح فقہ اکبر“ ملا علی قاری علیہ الرحمۃ، ص: ۲۷۷، مطبوعہ مجتبائی دہلی

۳۶: ”ایضاً“ ص: ۲۷۷

۳۷: ”(الف) ابوداؤد عن ابن عمر (ب) طبرانی فی الاوسط عن خذیفہ (ج) ابن رسلان بحوالہ جامع صغیر، جلد ثانی، ص: ۲۸۹، مطبوعہ مصر

۳۸: ”مختصر شرح جامع صغیر لعلامہ مصطفیٰ محمد عمارہ، جلد ثانی، ص: ۲۸۹، مطبوعہ مصر)

۳۹: ”شرح فقہ اکبر“ ص: ۲۲۸، مطبوعہ مجتبائی دہلی

.....بقیہ دارالافتاء.....

اس آیت سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اطاعت اور ان کے بلا نے پر حاضر ہونا مسلمانوں پر ہر حال میں لازم ہے۔ اور اطاعت کے واجب ہونے کی یہی وجہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سب کے مالک ہیں۔ اس آیت کی تفصیل مقدمہ اور پوری تفصیل شانِ حبیب الرحمن میں کی جا چکی ہے۔

خاتمہ: عقل حیران ہے کہ اللہ کے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کیسی سلطنت ہے! اور ان کی کیا شان کہ ان کے آنے سے زمانے میں انقلاب آگیا دنیا بدل گئی۔ رب نے اپنے قوانین حکومت کو بدل دیا۔ اس سے پہلے عالم حق تعالیٰ کی جباری کا ظہور تھا اور حضور کی تشریف آوری کے بعد اس کی ستاری اور غفاری کی جلوہ گری ہے۔ غور تو کرو کہ کچھلی امتوں پر ایک ایک گناہ کرنے پر عذاب اُترا، کسی قوم کا تختہ الٹا دیا گیا، کسی کو بندر اور سور بنا کر ہلاک کیا گیا۔ لیکن جب کفار مکہ نے کہا اے اللہ اگر اسلام سچا ہے تو ہم پر پتھر برسا دے! تو اس کے جواب میں پتھر نہ آئے۔ عذاب نہ آیا، دریائے غضب کو جوش نہ آیا، بلکہ یہ آیت آئی:

”وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَأَنْتَ فِيهِمْ“

”اور اللہ کا کام نہیں کہ انہیں عذاب دے، جب تک کہ ان میں تم ہو۔“

سبحان اللہ معلوم ہوا کہ وہ تو اسی قابل تھے کہ ان پر عذاب آجاتا۔ لیکن یہ اس رحمت والے کا لحاظ ہے کہ رب عذاب نہیں بھیجتا۔ اگر آج ہم اپنے گریبانوں میں منہ ڈالیں، تو ہم کو معلوم ہوگا کہ جو عیب پہلی امتوں میں ایک ایک کر کے تھے ہم میں وہ سب ملا کر ہیں۔ کم تو نا، لڑکوں سے اغلام کرنا، ڈکیتیاں کرنا، غرض سارے عیوب موجود ہیں مگر نہ صورتیں بگڑتی ہیں نہ پتھر برستے ہیں نہ اور کوئی عذاب آتا ہے۔ یہ صدقہ ہے اس شہنشاہِ کریم کا۔ دنیا میں امن وامان کا دورہ دورہ ہے۔

اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَأَصْحَابِهِ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ

بِهَذَا عَلَى الْمَنَانِ وَيُؤْذَى مَنْ يَفْعَلْ ذَلِكَ وَيُعَاقِبُهُ أَشْرَ الْعِقَابِ حَتَّى أَنَّهُ قَتَلَ رَجُلًا أَعْمَى كَانَ مُؤَذِّنًا صَالِحًا ذَا صَوْتٍ حَسَنٍ نَهَاهُ عَنِ الصَّلَاةِ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ فَأَمَرَ بِقَتْلِ فَقَتَلَ۔“ (۴۰)

”محمد بن عبد الوہاب سگیماں نجدی (درویش شریف پڑھنے کو مکروہ جانتا تھا۔ صلوٰۃ و سلام سے ایذا محسوس کرتا تھا۔ جمعرات کو اور میناروں پر چڑھ کر بلند آواز سے صلوٰۃ و سلام پڑھنے سے منع کرتا تھا۔ یہاں تک کہ اگر کوئی ایسا کرتا تو اسے سخت ایذا دیتا اور سخت عذاب میں مبتلا کر دیتا۔ بیان کیا گیا کہ ایک مؤذن صاحبِ جوش الحان ظاہری آنکھوں سے معذور تھا۔ اذان کے بعد وہ بلند آواز سے صلوٰۃ و سلام پڑھا کرتا تھا۔ نجدی نے اسے روکا۔ مؤذن صلوٰۃ و سلام پڑھنے سے نہ رکا۔ نجدی نے حکم دیا کہ اس کے اذان کے بعد صلوٰۃ و سلام پڑھنے والے صالح مؤذن کا قتل کر دیا جائے۔ چنانچہ اس کے حکم سے اسے شہید کر دیا گیا۔“ اِنَّ اللّٰهَ وَاَنَا لِيَّهٖ رَاجِعُونَ

سابق خطیب و مدرس مسجد حرام علامہ سید احمد بن زینی ودحلان قدس سرہ کی تصریح سے معلوم ہوتا ہے کہ حریم شریفین میں نجدی تغلب سے پہلے اذان کے بعد بلند آواز سے درود شریف پڑھا جانا اہل حریم شریفین کا معمول تھا۔ نیز یہ کہ صالحین اسلامی شعار کی حفاظت اپنی جان کی حفاظت سے بڑھ کر کرتے تھے۔

آج جب اہل سنت و جماعت کہلانے والے عمل بالمحدیث اور حب صحابہ کے مدعی ہیں۔ حدیث شریف اور صحابہ کرام کے مقدس ناموں پر تنظیموں کے سرگرم رکن ہیں۔ مگر یہ حضرات حبِ نبی ﷺ اور تعامل صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے قطعاً عاری ہیں۔ ایسے میں اہل سنت و جماعت کا شعار ”يَا رَسُولَ اللَّهِ“ ہے۔ درود شریف کی کثرت شعار ایمان ہے۔ سبھی درود شریف پڑھنا جائز ہیں مگر شعار اسلام ”الصلوة والسلام عليك يا رسول الله“ ہے۔ مولا کریم اہل ایمان کی سیرت، تمدن، اخلاق اور شعار پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ بجاہِ نَبِيِّهِ الْكَرِيمِ عَلَيْهِ التَّحِيَّةُ وَالتَّسْلِيمُ وَعَلَى آلِهِ وَأَصْحَابِهِ وَاتَّبَاعِهِ أَجْمَعِينَ يَا رَبَّ الْعَالَمِينَ۔



نماز تراویح آٹھ نہیں، بیس رکعت سنت ہیں

اور ائمہ کرام رَحْمَةُ اللهِ عَلَيْهِمْ سے بھی ایسا ہی عمل منقول ہے لیکن وہ قیام اور ارکان نماز کو لمبا کرتے تھے چنانچہ ہر چار رکعت کے بعد کچھ دیر آرام کرتے تھے اور اسی وجہ سے انھوں نے اس نماز کا نام تراویح رکھا۔^(۱) فتاویٰ علمائے حدیث میں تراویح کی تعریف یوں لکھی ہے: ”نماز تراویح وہ نماز ہے جو ماہ رمضان المبارک کی راتوں میں عشاء کے بعد باجماعت پڑھی جاتی ہے۔ اس نماز کا نام تراویح اس لیے رکھا گیا ہے کہ لوگ اس میں ہر چار رکعت کے بعد استراحت کرنے لگے۔ کیونکہ تراویح ترویج کی جمع ہے۔ اور ترویج کے معنی ایک بار آرام کرنے کے ہیں۔“^(۲)

”عَنْ بَنِي عَبَّاسٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي فِي رَمَضَانَ عِشْرِينَ رَكْعَةً وَالْوُتْرَ“^(۳) ”حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ حضور ﷺ رمضان میں بیس رکعت اور وتر پڑھتے تھے۔“

”عَنْ يَزِيدَ بْنِ رُوْمَانَ أَنَّهُ قَالَ كَانَ النَّاسُ يَقُومُونَ فِي زَمَانِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ فِي رَمَضَانَ بِثَلَاثٍ وَعِشْرِينَ رَكْعَةً“^(۴) قال الفريابي في الصيام إسناده ورجاله موثقون۔“^(۵)

ماہ رمضان المبارک میں عشاء کی نماز کے بعد وتروں سے پہلے تراویح کی نماز ادا کی جاتی ہے جو، بیس رکعات ہے۔ حضور ﷺ کا یہی معمول تھا اور یہی معمول صحابہ کرام اور تابعین کرام علیہم الرضوان کا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیس رکعات تراویح باجماعت کا باقاعدہ اہتمام کیا اور اسی پر احناف کا مذہب ہے۔ لیکن غیر مقلدین حضرات صرف آٹھ رکعات ادا کرتے ہیں اور بیس رکعات کو خلاف سنت کہتے ہیں اور جوں ہی رمضان کا مہینہ قریب آتا ہے پمفلٹ اور اشتہارات چھاپنا شروع کر دیتے ہیں۔ درج ذیل سطور میں بیس رکعات تراویح کے ثبوت میں دلائل پیش کیے جا رہے ہیں۔

تراویح کی تعریف:

تراویح ترویج کی جمع ہے اور ترویج کے معنی ہیں آرام کرنا، استراحت کرنا۔ چونکہ اس نماز میں ہر چار رکعت کے بعد تھوڑی دیر کے لیے آرام کیا جاتا ہے اس لیے اسے تراویح کہا جاتا ہے۔

سعودی مفتی الشیخ عبداللہ بن عبدالرحمن الجبرین نے لکھا: ”اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہر دور رکعت کے بعد سلام پھیرنا چاہیے اور نماز تراویح میں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم

۱: ”فتاویٰ الصیام“ صفحہ ۸۷ مطبوعہ دارالسلام

۲: ”فتاویٰ علمائے حدیث“ ۲۴/۲۔ ہفت روزہ ”اہلحدیث“ لاہور ۲/ مارچ ۱۹۹۲ء

۳: ”آخرجہ ابن ابی شیبہ فی المصنف“ ۱۶۴/۲ باب: کم یصلی فی رمضان من رکعة، رقم ۷۹۲۲ مکتبۃ الرشید الریاض۔ وطبرانی فی معجم الکبیر ۳۹۳/۱، رقم ۱۲۱۰۲ مکتبۃ الزہراء موصل

۴: آخرجہ امام مالک فی الموطا ۱۵/۱ باب: ما جاء فی قیام رمضان، رقم ۲۵۲ دار احیاء التراث العربی مصر۔ والبیہقی فی معرفۃ السنن والآثار ۳۰۵/۲ باب: قیام رمضان، رقم ۱۳۶۶ دار الکتب العلمیۃ بیروت۔ والبیہقی فی السنن الکبریٰ ۳۹۶/۲ باب: ما روی فی عدر رکعات، رقم ۳۲۹۳ مکتبۃ دار البازمکة المکرمة۔ وابن عبدالبر فی التمهید ۱۵/۸ وزارة عموم الأوقاف والشؤون الإسلامية۔ (حوالہ نمبر ۲ کا بقیہ اگلے صفحے پر)

”حضرت یزید بن رومان سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور میں لوگ رمضان میں تیس رکعتیں پڑھتے تھے۔ فریابی نے کتاب ”الصیام“ میں فرمایا کہ اس کی اسناد اور رجال ثقہ ہیں۔“

”عَنْ يَزِيدِ بْنِ رُومَانَ قَالَ كَانَ النَّاسُ يَقُومُونَ فِي زَمَنِ عُمَرَ فِي رَمَضَانَ ثَلَاثَ وَعَشْرِينَ رُكْعَةً وَعَنْ عَلِيٍّ أَنَّهُ أَمَرَ رَجُلًا يُصَلِّيَ بِهِمْ فِي رَمَضَانَ عَشْرِينَ رُكْعَةً وَهَذَا كَالْإِجْمَاعِ۔“ (۵)

”حضرت یزید بن رومان سے روایت ہے کہ حضرت عمر کے دور میں لوگ رمضان میں تیس رکعتیں پڑھتے تھے اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے ایک شخص کو رمضان میں بیس رکعتیں پڑھانے کا حکم دیا اور اسی پر اجماع ہے۔“

”عَنْ بَنِي أَبِي الْحُسَيْنِ أَنَّ عَلِيًّا أَمَرَ رَجُلًا يُصَلِّيَ بِهِمْ فِي رَمَضَانَ عَشْرِينَ رُكْعَةً۔“ (۶)

”ابن ابی الحسین سے روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک شخص کو رمضان میں بیس رکعتیں پڑھانے کا حکم دیا۔“

نبیہی نے ”خمیس ترویحات“ کے الفاظ کا اضافہ کیا ہے۔ یعنی پانچ ترویحات میں بیس رکعتیں پڑھانے کا حکم دیا اور یہی ہم اہل سنت و جماعت کا معمول ہے۔

”حَدَّثَنِي عَنْ مَالِكٍ عَنْ دَاوُدَ بْنِ الْحَصِينِ أَنَّهُ سَمِعَ الْأَعْرَجَ يَقُولُ مَا أَدْرَكْتُ النَّاسَ إِلَّا وَهُمْ يَلْعَنُونَ الْكُفْرَةَ فِي رَمَضَانَ قَالَ وَكَانَ الْقَارِءُ يَقْرَأُ سُورَةَ الْبَقَرَةِ فِي ثَمَانِ رُكْعَاتٍ فَإِذَا

قَامَ بِهَا فِي اثْنَتَيْ عَشْرَةَ رُكْعَةً رَأَى النَّاسَ أَنَّهُ قَدْ خَفَّفَ۔ قَالَ الْفَرِيَابِيُّ فِي الصِّيَامِ إِسْنَادُهُ قَوِيٌّ۔“ (۷)

”حضرت مالک نے داؤد بن حصین سے روایت کیا انھوں نے اعرج سے سنا وہ فرماتے ہیں کہ میں نے لوگوں کو اس حال میں دیکھا کہ وہ رمضان میں کافروں پر لعنت کرتے تھے انھوں نے فرمایا قاری سورہ بقرہ کو آٹھ رکعتوں میں پڑھتا اور باقی بارہ رکعتوں میں لوگ دیکھتے کہ وہ انھیں ہلکی کر دیتا تھا۔ فریابی نے کتاب ”الصیام“ میں فرمایا کہ اس کی اسناد قوی ہیں۔“

مصنف عبدالرزاق میں یہی روایت ایک اور سند سے مروی ہے اور وہ سند یوں ہے:

”عبد الرزاق عن مالك عن داود بن الحصين عن عبد الرحمن بن هرمز۔“ (۸)

”عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ رَفِيعٍ قَالَ كَانَ أَبِي بَنِي كَعْبٍ يُصَلِّيُ بِالنَّاسِ فِي رَمَضَانَ بِالْمَدِينَةِ عَشْرِينَ رُكْعَةً وَيُتْرَكُ ثَلَاثَ۔“ (۹)

”عبدالعزیز بن رفیع فرماتے ہیں کہ حضرت ابی بن کعب رمضان المبارک میں مدینہ منورہ میں لوگوں کو بیس رکعت پڑھاتے تھے اور تین۔“

”عَنْ السَّائِبِ بْنِ يَزِيدَ قَالَ كَانُوا يَقُومُونَ عَلَى عَهْدِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ فِي شَهْرِ رَمَضَانَ بِعَشْرِينَ رُكْعَةً قَالَ وَكَانُوا يَقْرَأُونَ بِالْمِثْنَيْنِ وَكَانُوا يَتَوَكَّؤْنَ عَلَى عَصِيهِمْ فِي عَهْدِ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ مِنْ شِدَّةِ الْقِيَامِ۔ قَالَ

بقرہ ج ۳: وعینی فی عمدۃ القاری، ۵/۲۶۷، ۱۷۸/۷، دار احیاء التراث العربی بیروت، وعتقلانی فی فتح الباری، ۴/۲۵۳، دار المعرفۃ، بیروت، ملا علی قاری فی مرقاة المفاتیح، ۳۴۵/۳، دار الکتب العلمیۃ بیروت، و محمد بن عبد الوہاب فی مجموعۃ الحدیث، ۱/۵۹۸، رقم ۱۲۲۰ مطابع الریاض الفریابی فی الصیام، صفحہ ۱۳۲، الدار السلفیۃ بومبای۔

۵: ابن قدامۃ حنبلی فی المغنی، ۱/۴۵۶، دار الفکر بیروت۔
۶: أخرجه ابن ابی شیبۃ فی المصنف، ۲/۱۶۳ باب: کم یصلی فی رمضان من رکعۃ، رقم ۷۸۱، مکتبۃ الرشیدیۃ والبیہقی فی السنن، ۲/۴۹۷، باب: ماروی فی عدد رکعات القیام فی شہر رمضان، رقم ۳۹۷، مکتبۃ دار البازمکۃ المکرمة وحسام الدین الہندی فی کنز العمال، ۸/۱۹۲، باب: صلاة التراويح، رقم ۲۳۳۷۳، دار الکتب العلمیۃ بیروت۔

۷: أخرجه امام مالک فی الموطأ، ۱/۱۵، باب: ما جاء فی قیام رمضان، رقم ۲۵۳، دار احیاء التراث العربی مصر۔ محمد بن عبد الوہاب فی مجموعۃ الحدیث، ۱/۵۹۹، باب: صلوة التطوع، رقم ۱۲۲۲، مطابع الریاض الفریابی فی الصیام، صفحہ ۱۳۳، رقم ۱۸۰، الدار السلفیۃ بومبای۔

۸: مصنف عبدالرزاق، ۴/۲۶۲، باب: قیام رمضان، رقم ۷۷۳، المکتب الاسلامی بیروت۔

۹: أخرجه ابن ابی شیبۃ فی المصنف، ۲/۱۶۳، رقم ۷۸۳، مکتبۃ الرشیدیۃ والبیہقی فی الصیام، صفحہ ۱۳۲، رقم ۱۲۲۰، مطابع الریاض الفریابی۔

الفریابی فی الصیام أسنادہ رجالہ ثقات۔“ (۱۰)

”حضرت سائب بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن الخطاب کے دور میں لوگ ماہ رمضان میں بیس رکعتیں پڑھتے تھے اور ان میں سو آیات والی سورتیں پڑھتے تھے اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن عفان کے دور میں شدت قیام کی وجہ سے اپنی لائیں سے ٹیک لگاتے تھے۔ فریابی نے الصیام میں فرمایا کہ اس کی اسناد کے رجال ثقہ ہیں۔“

”عَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيدَ الصَّحَابِيِّ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ، قَالَ كَانُوا يَقُومُونَ عَلَى عَهْدِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ فِي شَهْرِ رَمَضَانَ بَعِشْرِينَ رُكْعَةً، وَكَانُوا يَقْرَأُونَ بِالْمَنِينِ، وَكَانُوا يَتَوَكَّؤْنَ عَلَى عَصِيهِمْ فِي عَهْدِ عُثْمَانَ مِنْ شِدَّةِ الْقِيَامِ۔ رواه البيهقي بإسناد صحيح۔“ (۱۱)

”حضرت سائب بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابی سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن الخطاب کے دور میں لوگ ماہ رمضان میں بیس رکعتیں پڑھتے تھے اور ان میں سو آیات والی سورتیں پڑھتے تھے اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور میں شدت قیام کی وجہ سے اپنی لائیں سے ٹیک لگاتے تھے۔“

”عَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيدَ قَالَ كُنَّا نَقُومُ فِي زَمَنِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ بَعِشْرِينَ رُكْعَةً، وَالْوُتْرَ قَالَ النُّوَوِيُّ فِي الْخُلَاصَةِ إِسْنَادُهُ صَحِيحٌ۔“ (۱۲)

”حضرت سائب بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور میں لوگ بیس رکعتیں اور وتر پڑھتے تھے۔ امام نووی نے خلاصہ میں فرمایا کہ اس کی اسناد صحیح ہیں۔“

”فِي سَنَنِ الْبَيْهَقِيِّ بِإِسْنَادٍ صَحِيحٍ عَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيدَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ كَانُوا يَقُومُونَ عَلَى عَهْدِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ فِي شَهْرِ رَمَضَانَ بَعِشْرِينَ رُكْعَةً..... وَعَدُّوا مَا وَقَعَ فِي زَمَنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ كَالْإِجْمَاعِ۔“ (۱۳)

”سنن بیہقی میں حضرت سائب بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور میں لوگ بیس رکعتیں پڑھتے تھے..... اور حضرت عمر کے دور میں جو ہوا فقہانے اسے اجماع کی طرح مانا ہے۔“

”وَرَوَى الْحَارِثُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي ذِيَابٍ عَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيدَ، قَالَ كَانَ الْقِيَامُ عَلَى عَهْدِ عُمَرَ بِثَلَاثٍ وَعِشْرِينَ رُكْعَةً۔ قَالَ ابْنُ عَبْدِ الْبَرِّ هَذَا مَحْمُولٌ عَلَى أَنَّ الثَّلَاثَ لِلْوُتْرِ۔“ (۱۴)

”حضرت سائب بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور میں لوگ بیس رکعتیں پڑھتے تھے۔ ابن عبد البر نے فرمایا وتر تین ہیں۔“

بیس رکعات کے بارے میں علمائے اُمت کے اقوال:

شارح صحیح مسلم امام نووی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: ”إِعْلَمُ أَنَّ صَلَاةَ التَّرَاوِيحِ سُنَّةٌ بِاتِّفَاقِ الْعُلَمَاءِ وَهِيَ عِشْرُونَ رُكْعَةً۔“ (۱۵)

”جان لو کہ نماز تراویح کے سنت ہونے پر علماء کا اتفاق ہے اور یہ بیس رکعات ہے۔“

شارح صحیح بخاری امام ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں: ”وَرَوَى مَالِكٌ مِنْ طَرِيقِ يَزِيدَ بْنِ خُصَيْفَةَ عَنِ

۱۰: أخرجه البيهقي في السنن الكبرى ۴/۲۹۶، باب: ما روى في عدد ركعات القيام في شهر رمضان، رقم ۳۹۴، مكتبة دار البازمكة المكرمة.

ملا علی قاری فی مرقاة المفاتیح ۳/۳۲۳ دار الکتب العلمیہ بیروت۔ ابن لجعد فی المسند، صفحہ ۴۱۳، رقم ۲۸۲۵ مؤسسة نادر بیروت

۱۱: أخرجه أبو زكريامحي الدين الدمشقي الشافعي في خلاصة الاحكام ۵/۵۷۱، باب: استحباب قيام رمضان، رقم ۱۹۶۱ مؤسسة الرسالة بيروت

۱۲: ملا علی قاری فی مرقاة المفاتیح ۳/۳۵۵، دار الکتب العلمیہ بیروت

۱۳: زين الدين العراقي في طرح التثريب في شرح التقريب ۳/۸۸، دار الکتب العلمیہ بیروت

۱۴: عيني في عمدة القاري ۱/۱۲۷، باب: فضل من قام رمضان دار احياء التراث العربي بيروت

۱۵: الاذکار ۱۴۶ دار الکتب العربی بیروت

السَّائِبِ بْنِ يَزِيدَ عَشْرِينَ رُكْعَةً۔“ (۱۶)

”حضرت سائب بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ تراویح میں رکعات ہیں۔“ (۱۷)

امام غزالی رَحْمَةُ اللّٰهِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں:

”التَّارَویحُ وَهِيَ عَشْرُونَ رُكْعَةً وَكَيْفِيَّتُهَا مَشْهُورَةٌ وَهِيَ سُنَّةٌ مُّؤَكَّدَةٌ۔“ (۱۸)

”نماز تراویح میں رکعات ہے جس کا طریقہ مشہور ہے اور یہ سنت مؤکدہ ہے۔“

امام مالک رَحْمَةُ اللّٰهِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں:

فَاخْتَارَ مَالِكٌ فِي أَحَدِ قَوْلَيْهِ، وَأَبُو حَنِيفَةَ، وَالشَّافِعِيُّ، وَاحْمَدٌ، وَدَاوُدُ الْقَيْسِيُّ، بِعَشْرِينَ رُكْعَةً سِوَى الْوُتْرِ۔“ (۱۹)

”حضرت امام مالک کا ایک قول اور حضرت امام ابوحنیفہ اور امام شافعی اور امام احمد اور امام داؤد رحمہم اللہ نے تراویح میں رکعات وتر کے علاوہ کو اپنا مختار مذہب بنایا ہے۔“

امام شافعی رَحْمَةُ اللّٰهِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں:

”وَأَكْثَرُ أَهْلِ الْعِلْمِ عَلَى مَا رَوَى عَنْ عُمَرَ وَعَلِيٍّ وَغَيْرِهِمَا مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَشْرِينَ رُكْعَةً وَهُوَ قَوْلُ الثَّوْرِيِّ وَابْنِ الْمُبَارَكِ وَالشَّافِعِيِّ وَقَالَ الشَّافِعِيُّ وَهَكَذَا أَدْرَكْتُ بِيَكْدِنَا بِمَكَّةَ يَصَلُّونَ عَشْرِينَ رُكْعَةً۔“ (۲۰)

”اکثر اہل علم کا اس پر عمل ہے جو حضرت عمر علی اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے یعنی بیس رکعت اور (سفیان) ثوری، (عبداللہ) ابن مبارک اور امام شافعی کا یہی قول ہے اور امام

شافعی نے اپنے شہر مکہ معظمہ والوں کو بیس رکعت پڑھتے ہوئے پایا۔“

ابن قدامہ حنبلی رَحْمَةُ اللّٰهِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں:

”وَالْمُخْتَارُ عِنْدَ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ فِيهَا عَشْرُونَ رُكْعَةً۔“ (۲۱)

”امام ابو عبد اللہ احمد بن حنبل کے نزدیک بیس رکعات مختار

ہیں۔“

شارح بخاری علامہ بدر الدین عینی رَحْمَةُ اللّٰهِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے

ہیں:

”كَانَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْعُودٍ يُصَلِّي لَنَا فِي شَهْرِ رَمَضَانَ فَيَنْصَرِفُ وَعَلَيْهِ لَيْلٌ، قَالَ الْأَعْمَشُ كَانَ يُصَلِّي عَشْرِينَ رُكْعَةً وَيُوتِرُ بِثَلَاثٍ۔“ (۲۲)

”حضرت ابن مسعود رمضان میں نماز پڑھاتے تھے پس جب فارغ ہوتے تھے تو ابھی رات کا حصہ باقی ہوتا تھا، اعمش نے فرمایا کہ آپ بیس رکعات اور تین وتر پڑھاتے تھے۔“

”وَاحْتَجَّ أَصْحَابُنَا وَالشَّافِعِيُّ وَالْحَنَابِلَةُ بِمَا رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ بِإِسْنَادٍ صَحِيحٍ عَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيدَ الصَّحَابِيِّ، قَالَ: كَانُوا يَقُومُونَ عَلَى عَهْدِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ بِعَشْرِينَ رُكْعَةً وَعَلَى عَهْدِ عُثْمَانَ وَعَلَيْ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا مِثْلَهُ۔“ (۲۳)

”ہمارے اصحاب حنفیہ و شافعیہ اور حنابلہ نے بیہقی کی اس حدیث صحیح سے استدلال کیا ہے جو سائب بن یزید سے مروی ہے کہ حضرت عمر کے زمانہ میں لوگ بیس رکعت تراویح پڑھا کرتے تھے اور اسی طرح حضرت علی اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے زمانہ میں بھی۔“

۱۶: فتح الباری لابن حجر العسقلانی ۲/۲۵۳ باب: فضل من قام رمضان دارالمعرفة بيروت

۱۷: اس کی سند صحیح بخاری شریف ۸/۱۸۲ باب: اقتناء الكلب للمحرث، رقم ۲۱۹۸ کی سند ہے۔

۱۸: احیاء علوم الدین ۲۰۱/۱ دارالمعرفة بيروت

۱۹: ”بدایة المجتہد“ ۱/۱۶۷

۲۰: أخرجه الترمذی فی السنن ۴/۱۷۰ ابواب الصوم، باب: ما جاء فی قیام رمضان، رقم: ۸۰۶ دار احیاء التراث العربی بیروت. والطوسی فی مختصر الأحکام ۴/۱۰۲ باب: ما جاء فی قیام شهر رمضان مكتبة الغرباء الأثرية المدينة المنورة

۲۱: المغنی لابن قدامة الحنبلی ۴/۳۵۶ دارالفکر بیروت

۲۲: عینی فی عمدة القاری ۱/۲۷۷ دار احیاء التراث العربی بیروت

۲۳: عینی فی عمدة القاری ۵/۲۶۷ دار احیاء التراث العربی بیروت

”قَالَ ابْنُ عَبْدِ الْبَرِّ وَهُوَ قَوْلُ جَمْعٍ مِنَ الْعُلَمَاءِ وَبِهِ قَالَ الْكُوفِيُّونَ وَالشَّافِعِيُّ وَكَثُرُ الْفُقَهَاءِ، وَهُوَ الصَّحِيحُ عَنْ أَبِي بِنِ كَعْبٍ مِنْ غَيْرِ خِلَافٍ مِنَ الصَّحَابَةِ۔“ (۲۳)

”ابن عبدالبر نے فرمایا کہ بیس رکعات تراویح جمہور علماء کا قول ہے اور اسی کے اہل کوفہ اور شافعی اور اکثر فقہا قائل ہیں اور یہی صحیح ہے جو ابی بن کعب سے مروی ہے اس میں کسی بھی صحابی کو اختلاف نہیں۔“

حضرت ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:
”عَنْ اِبْرَاهِيْمَ اَنَّ النَّاسَ كَانُوا يُصَلُّونَ خَمْسَ تَرَوِيحَاتٍ فِي رَمَضَانَ۔“ (۲۵)

”حضرت ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے مروی ہے کہ لوگ رمضان المبارک میں پانچ ترویحات (بیس رکعات) پڑھتے تھے۔“

حضرت عطاء بن ابی رباح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:
”عَنْ عَطَاءٍ قَالَ اَدْرَكْتُ النَّاسَ وَهُمْ يُصَلُّونَ ثَلَاثَةَ وَعَشْرِينَ رُكْعَةً بِالْوُتْرِ۔“ (۲۶)

”حضرت عطاء بن ابی رباح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ انھوں نے لوگوں کو دیکھا کہ وہ وتروں کے ساتھ تیس رکعات نماز ادا کرتے ہیں۔“

حضرت شتیر بن اشکل حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کے شاگرد ہیں، آپ فرماتے ہیں:

”عَنْ شَتِيرِ بْنِ اَشْكَالٍ اَنَّهُ كَانَ يُصَلِّي فِي رَمَضَانَ عَشْرِينَ رُكْعَةً وَالْوُتْرَ۔“ (۲۷)

”حضرت شتیر بن اشکل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ وہ رمضان المبارک میں بیس رکعات (تراویح) اور وتر پڑھتے تھے۔“

حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شاگرد حضرت ابوالخصیب فرماتے ہیں:

”اَنْبَاؤُ الْاَخْصِيْبِ قَالَ كَانَ يَوْمَنَا سُوَيْدُ بْنُ غَفْلَةَ فِي رَمَضَانَ فَيُصَلِّي خَمْسَ تَرَوِيحَاتٍ عَشْرِينَ رُكْعَةً۔“ (۲۸)

”حضرت ابوالخصیب نے خبر دی آپ فرماتے ہیں کہ حضرت سويد بن غفله رمضان المبارک میں پانچ ترویحات کے ساتھ بیس رکعات (تراویح) پڑھاتے تھے۔“

حضرت نافع بن عمر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:
”حَدَّثَنَا وَكَيْعٌ عَنْ نَافِعِ بْنِ عُمَرَ قَالَ كَانَ ابْنُ أَبِي مُلَيْكَةَ يُصَلِّي بِنَا فِي رَمَضَانَ عَشْرِينَ رُكْعَةً۔“ (۲۹)

”حضرت نافع بن عمر سے روایت ہے کہ حضرت ابن ابی ملیکہ ہمیں رمضان میں بیس رکعتیں پڑھاتے تھے۔“

اس حدیث کی سند صحیح ہے۔ ابن ابی ملیکہ اور ابن ابی شیبہ کے درمیان دوراوی ہیں اور دونوں ثقہ ہیں۔

نافع بن عمر صحیح الحدیث اور ثقہ راوی ہیں۔ (۳۰)
وکیع ثقہ ہیں۔ (۳۱)

حضرت حارث اور حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کے شاگرد ہیں، آپ فرماتے ہیں:

”عَنِ الْحَارِثِ اَنَّهُ كَانَ يَوْمَ النَّاسِ فِي رَمَضَانَ بِاللَّيْلِ بِعَشْرِينَ رُكْعَةً وَيُوتِرُ بِثَلَاثٍ۔“ (۳۲)

۲۳: عینی فی عمدۃ القاری ۱/۱۲۴ دار احیاء التراث العربی بیروت

۲۵: أخرجه أبو يوسف في كتاب الآثار ۲/۱ رقم ۲۱۱ دار الكتب العلمية بيروت

۲۶: أخرجه ابن أبي شيبة في المصنف ۲/۱۲۳ رقم ۲۸۸ مكتبة الرشد الرياض

۲۷: أخرجه ابن أبي شيبة في المصنف ۲/۱۲۳ رقم ۲۸۰ مكتبة الرشد الرياض وبيهقي في السنن الكبرى ۲/۲۹۶ رقم ۳۹۵ مكتبة دار البازمكة المكرمة

۲۸: أخرجه بيهقي في السنن الكبرى ۲/۲۹۶ رقم ۳۹۵ مكتبة دار البازمكة المكرمة

۲۹: أخرجه ابن أبي شيبة في المصنف ۲/۱۲۳، باب: كم يصلي في رمضان من ركة، رقم ۲۸۳ مكتبة الرشد الرياض

۳۰: عبد الرحمن التميمي في الجرح والتعديل ۸/۴۵۲ دار احیاء التراث العربی بیروت

۳۱: عبد الرحمن التميمي في الجرح والتعديل ۱/۲۲۶ دار احیاء التراث العربی بیروت

۳۲: أخرجه ابن أبي شيبة في المصنف ۲/۱۲۳ رقم ۲۸۵ مكتبة الرشد الرياض

”حضرت حارث سے مروی ہے کہ آپ رمضان میں رات کو بیس رکعات (تراویح) اور تین وتر پڑھاتے تھے۔“

حضرت ابوالخیر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

”عَنْ أَبِي الْخَيْرِ أَنَّهُ كَانَ يُصَلِّيُ خَمْسَ تَرَوِيحَاتٍ فِي رَمَضَانَ وَيُوتِرُ بِثَلَاثٍ“ (۳۳)

”حضرت ابوالخیر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ وہ رمضان المبارک میں پانچ ترویحات اور تین وتر پڑھتے تھے۔“

حضرت سعید بن عبید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

”عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي عُبَيْدٍ أَنَّ عَلِيَّ بْنَ رَبِيعَةَ كَانَ يُصَلِّيُ بِهِمْ فِي رَمَضَانَ خَمْسَ تَرَوِيحَاتٍ وَيُوتِرُ بِثَلَاثٍ“ (۳۴)

”حضرت سعید بن ابی عبید سے مروی ہے کہ حضرت علی بن ربیعہ رمضان المبارک میں پانچ ترویحات اور تین وتر پڑھاتے تھے۔“

امام الوہابیہ ابن تیمیہ کا فتویٰ:

”أَنَّ عَلِيَّ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ قَرَأَ فِي رَمَضَانَ فَأَمَرَ رَجُلًا مِنْهُمْ يُصَلِّي بِالنَّاسِ عَشْرِينَ رُكْعَةً“ (۳۵)

”حضرت علی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے رمضان میں قراء کو بلایا اور ایک شخص کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو بیس رکعات پڑھائے۔“

”تَبَتَ أَنَّ أَبِي بَنٍ كَعْبٍ كَانَ يَقُومُ بِالنَّاسِ عَشْرِينَ رُكْعَةً فِي رَمَضَانَ وَيُوتِرُ بِثَلَاثٍ فَرَأَى كَثِيرًا مِنَ الْعُلَمَاءِ أَنَّ ذَلِكَ هُوَ السُّنَّةُ لِأَنَّهُ قَامَ بَيْنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ وَلَمْ يَنْكَرْهُ“ (۳۶)

”ثابت ہوا کہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ رمضان المبارک میں لوگوں کو بیس رکعات تراویح اور تین وتر پڑھاتے تھے تو اکثر اہل علم نے اسے سنت مانا ہے اس لیے کہ وہ مہاجرین اور انصار کے درمیان قیام کرتے تھے اور ان میں سے کبھی کسی نے

انکار نہیں کیا۔“

صحابی تو بیس رکعات تراویح کا انکار نہیں کرتے تھے لیکن یہ وہابی آج کیوں انکار کرتے ہیں؟

سعودی مفتی الشیخ عبداللہ بن عبدالرحمن الجبرین

کا فتویٰ:

”اور یہ بھی ثابت ہے کہ جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو نماز تراویح پڑھنے کے لیے جمع کیا تو اس وقت بعض صحابہ بیس رکعات پڑھا کرتے تھے۔“ (۳۷)

عبدالرحمن مبارکپوری وہابی کا فتویٰ:

”قَدْ أَدْعَى بَعْضُ النَّاسِ أَنَّهُ قَدْ وَقَعَ الْإِجْمَاعُ عَلَى عَشْرِينَ رُكْعَةً فِي عَهْدِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ“ (۳۸)

”بعض لوگوں کا دعویٰ ہے کہ حضرت عمر کے زمانے میں بیس رکعت پر اجماع منعقد ہو گیا۔“

غیر مقلدین بیس رکعات تراویح کا انکار کرتے ہیں آٹھ رکعتیں پڑھتے ہیں اور اس کی دلیل یہ حدیث پیش کرتے ہیں:

”سَأَلَ عَائِشَةُ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا كَيْفَ كَانَتْ صَلَاةُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي رَمَضَانَ فَقَالَتْ مَا كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَزِيدُ فِي رَمَضَانَ وَلَا فِي غَيْرِهِ عَلَى إِحْدَى عَشْرَةَ رُكْعَةً“

اس کے متعدد جوابات ہیں، ملاحظہ کیجیے:

اولاً:

اس حدیث پر غیر مقلدین کا عمل نہیں ہے کیونکہ اس حدیث میں پورے سال کی نماز کا ذکر ہے جبکہ نماز تراویح صرف رمضان

۳۳: أخرجه ابن أبي شيبة في المصنف ۱/۲۳ رقم ۷۲۸۲ مكتبة الرشد الرياض

۳۴: أخرجه ابن أبي شيبة في المصنف ۱/۲۳ رقم ۷۲۹۰ مكتبة الرشد الرياض

۳۵: منهاج السنة النبوية ۸/۳۰۸ مؤسسة قرطبة بيروت

۳۶: الفتاوى الكبرى لابن تيمية ۱/۲۲۴ دار المعرفة بيروت

۳۷: فتاوى الصيام صفحہ ۸۴ دار السلام

۳۸: عبدالرحمن المبارکپوری فی تحفة الأحوذی ۳/۴۴، باب ماجاء فی قیام شهر رمضان دار الکتب العلمیہ بیروت

میں پڑھی جاتی ہے غیر رمضان میں نہیں۔ غیر مقلدین کو چاہیے کہ یا تو وہ نماز تراویح پورا سال پڑھا کریں یا اس حدیث کو تراویح کی دلیل بنانا چھوڑ دیں۔

ثانیاً:

اس حدیث میں تراویح کا ذکر تک نہیں ہے اور جو حدیث ہم احتاف پیش کرتے ہیں ان میں تراویح کا واضح ذکر موجود ہے۔

ثالثاً:

غیر مقلدین و تراویح رکعت پڑھتے ہیں جبکہ اس حدیث میں وتر تین ہیں۔ اگر و تراویح ہو تو پھر تو نماز تراویح دس رکعات ہونی چاہیے۔

رابعاً:

نماز تراویح حضور ﷺ نے صحابہ کرام کے سامنے ادا کی ہے اور سوال اُم المؤمنین سے کیا جا رہا ہے۔ سوال کرنے والے کا اُم المؤمنین سے سوال کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ وہ اس نماز کے بارے میں پوچھ رہا ہے جو حضور ﷺ نے صرف اُم المؤمنین کے سامنے ادا کی ہے اور وہ نماز ہے نماز تہجد۔ حضور ﷺ کا معمول تھا کہ آپ ﷺ وتر تہجد کے ساتھ ادا فرماتے تھے۔

خاصاً:

قرآن مجید کے پانچ سو چالیس (۵۴۰) رکوع ہیں اور یہ رکوع حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور خلافت میں لگائے گئے۔ آپ تراویح پڑھاتے تھے اور جہاں رکوع کرتے تھے اس جگہ رکوع کا نشان لگا دیا گیا اگر روزانہ بیس رکوع کیے جائیں اور ستائیس رمضان کو قرآن ختم کیا جائے تو پانچ سو چالیس (۵۴۰) رکوع بنتے ہیں لیکن اگر روزانہ آٹھ رکوع کیے جائیں اور ستائیس رمضان کو قرآن ختم

کیا جائے تو دوسو سولہ (۲۱۶) رکوع بنتے ہیں۔

سادساً:

تراویح ترویج کی جمع ہے اور ترویج ہر چار رکعت کے بعد کچھ دیر استراحت کو کہتے ہیں عربی زبان میں جمع کا اطلاق تین پر ہوتا ہے۔ آٹھ رکعات میں ایک ترویج، بارہ رکعات میں دو ترویج اور تین ترویج سولہ رکعات میں بنتے ہیں۔ وہابیوں کو اگر آٹھ رکعات پر ہی اصرار ہے تو پھر انھیں تراویح کہنا چھوڑ دیں۔ کیونکہ لفظ ”تراویح“ کا اطلاق تین ترویجوں پر درست آتا ہے۔

اس بات کو وہابیوں کے پروفیسر عبداللہ بہاولپوری نے بھی تسلیم کیا ہے:

”آٹھ رکعات پر تراویح کا اطلاق ہو ہی نہیں سکتا تھا۔ کیونکہ تراویح ترویج کی جمع ہے اور ترویج ہر چار رکعت کے بعد ایک دفعہ آرام کرنے کو کہتے ہیں آٹھ رکعات میں ترویج چونکہ ایک ہی ہو سکتا ہے زیادہ ہو ہی نہیں سکتا۔“ (۳۹)

(رسائل بہاولپوری صفحہ ۱۰۱ مکتبہ اسلامیہ)

جب غیر مقلدین دیکھتے ہیں کہ اس طرح ان کی بات نہیں بن رہی تو کہتے ہیں کہ امام بخاری نے اس حدیث کو تراویح کے باب میں نقل کیا ہے۔

اس کے جواب میں غیر مقلدین سے استفسار ہے کہ کیا وہ امام بخاری کے مقلد ہیں جو ان کے باندھے ہوئے باب پر ایمان لے آئے؟ امام بخاری نے تو اس حدیث کو متعدد ابواب میں نقل کیا ہے۔ ملاحظہ کیجیے: (۳۹)

جو لوگ امام بخاری کے باب کو نہیں سمجھ سکتے وہ حدیث کو کیا سمجھیں گے؟ غیر مقلدین خود کو اہلحدیث کی بجائے اہل بخاری

۳۹: باب: قیام النبی صلی اللہ علیہ وسلم باللیل فی رمضان وغیرہ ۳۸۵/۱

باب: فضل من قام رمضان ۴۰۸/۲

باب: کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم تنام عینہ ولا ینام قلبہ ۱۳۰۸/۳

باب: الضجع علی شق الایمن ۲۳۲۵/۵

باب: ماجاء فی الوتر ۳۳۷/۱

باب: طول السجود فی قیام اللیل ۳۷۸/۱

کہلوانا شروع کر دیں کیونکہ انھیں حدیث سے کوئی سروکار نہیں ہے۔
جب غیر مقلدین دیکھتے ہیں کہ اس طرح بھی ان کی بات
نہیں بن رہی تو کہتے ہیں دراصل یہ تہجد ہی ہے جو غیر رمضان میں
تہجد اور رمضان میں تراویح کہلاتی ہے۔
غیر مقلدین کا یہ صرف دعویٰ ہے اور دعویٰ کے لیے دلیل بھی
درکار ہوتی ہے محض قیاس فاسدہ سے کام نہیں چلتا غیر مقلدین قیاس
کے تو قائل ہی نہیں ہیں لیکن جہاں کہیں انھیں اپنے مسلک کا مفاد نظر آتا
ہے تو قیاس کرتے ہیں اور وہ بھی جیسی ان کی عقل شریف ویسا ان
کا قیاس۔

اویں وہابیو! اگر تمہارے پاس عقل نہیں ہے تو قیاس کر کے
اپنی بے عقلی کو ظاہر نہ کیا کرو۔ تہجد کو تراویح کہنا بے عقلی ہے کیونکہ:
اولاً:

”نماز تہجد تو سارے سال میں ہوتی ہے اور تراویح خاص
رمضان میں ہے۔ نماز تہجد کا وقت ہی صبح سے پہلے کا ہے اور اول شب
میں تہجد نہیں ہوتی۔“ (۴۰)

ثانیاً:

روزے ۲ ہجری کو فرض ہوئے اور نماز تہجد ۲ ہجری سے پہلے
بھی مشروع تھی۔ تہجد مقدم ہے اور تراویح مؤخر، مؤخر کو مقدم کا عین
قرار دینا جہالت ہے۔

ثالثاً:

تہجد کی رکعات معین نہیں ہیں جبکہ تراویح کی رکعات معین
ہیں لہذا معین کو غیر معین پر قیاس کرنا بے عقلی ہے۔

وہابی یہ دعویٰ بھی کرتے ہیں کہ حضور ﷺ کے زمانے
میں تراویح آٹھ رکعات تھی اور اس میں قرأت لمبی کی جاتی تھی بعد

میں قرأت کو مختصر کر دیا گیا اور رکعات کی تعداد بڑھادی گئی۔ جیسا کہ
سعودی مفتی الشیخ عبداللہ بن عبدالرحمن الجبرین نے لکھا ہے:
”ہر رکعت میں تقریباً تیس متوسط طوالت کی آیات
پڑھا کرتے تھے یعنی قرآن کے چار یا پانچ صفحات کے برابر، تو وہ آٹھ
رکعات میں پوری سورۃ البقرہ پڑھ لیتے تھے۔ اگر انھوں نے اس کو بارہ
رکعات میں پڑھا تو انھوں نے دیکھا کہ یہ قرأت نبی ﷺ کی سنت
کے مقابلے میں کم ہے۔ چنانچہ قرأت کی مقدار کم ہوئی تو انھوں نے
رکعات کی تعداد میں اضافہ کر لیا۔“ (۴۱)

وہابیوں کے پاس اس دعویٰ کی بھی کوئی دلیل نہیں ہے
اور بغیر دلیل کے دعویٰ مردود ہوتا ہے۔ لہذا وہابیوں کے اس دعویٰ کی
کوئی حیثیت نہیں ہے۔ اور اگر بالفرض اسے درست مان ہی لیا جائے
تو جب صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا بیس رکعات پر اجماع ہو چکا تو اب
بیس رکعات ہی پڑھی جائیں گی۔ اور یہ بھی ثابت ہے کہ قرآن
مجید میں رکوع کی تعداد پانچ سو چالیس (۵۴۰) ہے اور یہ حضرت عثمان
رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور میں لگائے گئے کہ وہ تراویح میں قرآن کی
 تلاوت کرتے تھے اور جہاں رکوع کرتے تھے وہاں رکوع کا نشان لگادیا
گیا۔ حضور ﷺ کی ارشاد ہے:

”فَعَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ الْمُهَدِّدِينَ“ (۴۲)
”تم پر میری اور میرے ہدایت والے خلفائے الراشدین
کی سنت لازم کر دی گئی ہے۔“

وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلَاءُ الْمُبِينُ

۴۰: فتاویٰ علمائے حدیث ۳۳۱/۶، فتاویٰ ثنائیہ ۳۳۱/۱، مکتبہ ثنائیہ سرگودھا

۴۱: فتاویٰ الضیاء، صفحہ ۸۴، دارالسلام

۴۲: أخرجه احمد بن حنبل في المسند ۱۲۶/۴ رقم ۱۷۱۸۳ مؤسسة قرطبة مصر وأبو داود في السنن ۲۰۰/۳ باب: في لزوم السنة رقم ۲۶۰۷، دار الفكر بيروت، وابن ماجه في السنن ۱۵۱/۱ باب: اتباع سنة الخلفاء رقم ۲۲، دار الفكر بيروت، وترمذی ۴۲/۵ باب: ما جاء في الأخذ بالسنة رقم ۲۶۲۶، دار احیاء التراث العربی بیروت، وحاكم في المستدرک علی الصحیحین ۱۷۱/۱ رقم ۲۲۹، کتاب: العلم، ۱۷۶/۱ رقم ۳۳۲، کتاب: العلم، ۱۷۷/۱ رقم ۳۳۳، کتاب: العلم، دارالکتب العلمیة بیروت

مزارات پر میلہ لگانا

عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ إِنَّ وَفَدَ عَبْدَ الْقَيْسِ قَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ (صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ) فِيمَا نَشْرَبُ قَالَ لَا تَشْرَبُوا فِي الدُّبَاءِ وَلَا فِي الْمَزَقَاتِ وَلَا فِي الْمَقِيرِ وَأَنْتَبِذُوا فِي الْأَسْقِيَةِ قَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ فَإِنْ اشْتَدَّ فِي الْأَسْقِيَةِ قَالَ فَصَبُّوا عَلَيْهِ الْمَاءَ قَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ فَقَالَ لَهُمْ فِي الثَّلَاثَةِ أَوَّلِ الرَّابِعَةِ أَهْرَ يَقُوهُ ثُمَّ قَالَ إِنَّ اللَّهَ حَرَّمَ عَلَيَّ أَوْ حَرَّمَ الْخَمْرَ وَالْمَيْسِرَ وَالْكُوبَةَ قَالَ وَكُلُّ مُسْكِرٍ حَرَامٌ قَالَ سَفِيَانُ فَسَأَلْتُ عَلِيَّ بْنَ بَدِيمَةَ عَنِ الْكُوبَةِ قَالَ الطَّبْلُ۔“

”قیس بن جبر نھشلی سے روایت ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ وفد عبد القیس والے عرض گزار ہوئے کہ یا رسول اللہ (ﷺ)! ہم کس چیز میں پیا کریں، فرمایا کہ کدو کے تو بنے، روغنی برتن اور چوبی برتن میں نہ پیا کرو بلکہ مشکوں میں طہید بنالیا کرو۔ عرض گزار ہوئے کہ یا رسول اللہ (ﷺ)! اگر مشک کے اندر اس میں تیزی آجائے۔ فرمایا تو اس میں پانی ڈال دیا کرو۔ عرض گزار ہوئے کہ یا رسول اللہ (ﷺ)! چنانچہ تیسری یا چوتھی دفعہ آپ نے فرمایا کہ اُسے بہادو پھر فرمایا کہ اللہ نے مجھ پر حرام کی یا فرمایا شراب، جوئے اور کوبہ کو حرام کیا گیا ہے۔ فرمایا کہ نشہ لانے والی ہر چیز حرام ہے۔ سفیان کا بیان ہے کہ میں نے علی بن بدیمہ سے کوبہ کے متعلق پوچھا تو فرمایا کہ کوبہ ڈھول کو کہتے ہیں۔“

(”سنن ابی داؤد مترجم“ جلد: ۳، ص: ۱۱۴)

حدیث نمبر: ۲

”عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ط
قال الله تعالى في القرآن المجيد:
”تَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ ط۔“

”نیکی اور تقویٰ کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد کرو۔ اور زیادتی کے کاموں میں آپس میں مدد نہ کرو۔“

دیکھنا یہ ہے کہ میلہ نیکی اور تقویٰ کے کاموں میں سے ہے یا گناہ اور زیادتی کے کاموں میں سے، لیکن اس حقیقت کو جاننے سے پہلے یہ جاننا ضروری ہے کہ میلہ میں کیا کیا ہوتا ہے؟

- ۱: ڈھول بجایا جاتا ہے۔
- ۲: قوالی سب ساز گائی جاتی ہے۔
- ۳: رنڈیاں ناچتی ہیں اور حنٹے ناچتے ہیں۔
- ۴: قوال قوالی کرنے سے پہلے شراب نوشی کرتے ہیں۔
- ۵: عورتوں اور مردوں کا اختلاط ہوتا ہے۔
- ۶: نذرمانی جاتی ہے۔
- ۷: چرس اور بھنگ نوشی کی جاتی ہے۔

نمبر: ۱

میلہ میں ڈھول بجایا جاتا ہے جو کہ حرام ہے۔

حدیث نمبر: ۱

”حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ نَا أَبُو أَحْمَدَ قَالَ نَا سَفِيَانُ قَالَ حَدَّثَنِي عَلِيُّ بْنُ بَدِيمَةَ قَالَ حَدَّثَنِي قَيْسُ بْنُ جَبْرِ النَّهْشَلِيُّ

ہیں ان کا کوئی اعتبار نہیں ہے، کیونکہ جب تم موسیقی میں انکے اقوال غور کرو گے اور ان کے افعال کو دیکھو گے تو ان میں زندگی (بے دینی) کے آثار پاؤ گے۔“

(”عمدة القاری“ ج: ۶، ص: ۲۱۷)

۳: حضرت ملا نظام الدین علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: ”السَّمَاءُ وَالْقَوَالُ وَالرَّقْصُ الَّذِي يَفْعَلُهُ الْمُتَصَوِّفُ فِي زَمَانِنَا حَرَامٌ لَا يَجُوزُ الْقَصْدُ إِلَيْهِ وَالْجُلُوسُ عَلَيْهِ۔“

”قوالی سننا اور گانا، اور ہمارے زمانہ کے بناوٹی صوفیوں کا ناچنا حرام ہے۔ وہاں جانا اور وہاں بیٹھنا جائز نہیں ہے۔“

(”فتاویٰ عالمگیری“ ج: ۵، ص: ۳۵۲)

بزرگان دین اور ائمہ کے اقوال سے معلوم ہوا کہ آج کل کی قوالی حرام ہے، اور آج کے پیر جو ایسی قوالی کو جائز قرار دیتے ہیں، صرف نفس پرست پیر ہیں یا پیٹ پرست۔ اللہ تعالیٰ ایسے پیروں سے اہلسنت بھائیوں کو بچائے۔ آمین

قوالی میں ساز بجایا جاتا ہے تو آئیے ساز کے متعلق ایک حدیث مبارک پڑھیں اور خود فیصلہ کریں کہ آج کل کے بناوٹی پیر کیا نبی پاک ﷺ کے مشن مبارک کو زندہ کر رہے ہیں یا ختم کر رہے ہیں؟

حدیث:

”عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ بَعَثَنِي اللَّهُ تَعَالَى هُدًى وَرَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ وَبَعَثَنِي لَامُحِقِ الْمَظَامِيرِ وَالْمَعَارِفِ وَأَمْرِ الْجَاهِلِيَّةِ وَالْأَوْثَانِ۔“

(”کنز العمال“ جلد: ۱۱، ص: ۳۳۵)

”حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھے تمام جہانوں کیلئے ہدایت و رحمت بنا کر بھیجا ہے اور مجھے اس لئے بھیجا ہے تاکہ میں منہ سے بجائے جانے والے اور ہاتھ سے بجائے جانے والے (ہر قسم کے) آلات موسیقی، امور جاہلیت اور بتوں کو مٹا دوں۔“

اب آپ مسلمان ہونے کے ناطے سے خود فیصلہ کر لیں کہ

تَعَالَى عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ اللَّهَ حَرَّمَ عَلَى أُمَّتِي الْخَمْرَ، وَالْمَيْسِرَ، وَالْمِزْرَ، وَالْكُوبَةَ، وَالْيَقِينَينَ۔“

”حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے میری امت پر شراب، جوا، بانسری، ڈھول اور آلات موسیقی کو حرام کر دیا ہے۔“

(”مسند امام احمد بن حنبل“ جلد: ۲، ص: ۲۲۷)

تشریح:

ان دونوں حدیثوں سے معلوم ہوا کہ ڈھول حرام ہے، شراب حرام ہے، جوا، بانسری اور آلات موسیقی حرام ہیں۔ تو معلوم ہوا کہ میلہ پر ڈھول بجایا جاتا ہے جس کی وجہ سے میلہ حرام ٹھہرا۔ اور چرس اور بھنگ پی جاتی ہے تو یہ دونوں نشہ آور ہیں اور ان احادیث مبارکہ کی روشنی سے یہ بھی معلوم ہوا کہ چرس اور بھنگ دونوں حرام ہیں تو آج کل کے دور میں جتنے دو نمبر خبیث پیر بزرگوں کے مزارات پر میلہ لگواتے ہیں وہ خود بھی چرس اور بھنگ نوشی کرتے ہیں اور اپنے خبیث مریدوں کو بھی چرس اور بھنگ پلاتے ہیں تو یہ کام بھی حرام ہوا۔“

نمبر: ۲

قوالی بمع ساز:

موجودہ زمانہ کی قوالی کو علماء کرام نے حرام قرار دیا ہے۔ اور قوالی کے جائز ہونے کے لئے کچھ شرائط نقل کی ہیں اگر وہ شرائط پائی جائیں تو قوالی جائز ورنہ حرام۔

۱: چنانچہ موجودہ زمانہ کی قوالی کے بارے میں علامہ قرطبی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

”لیکن آج کل صوفیوں نے آلات موسیقی (سازوں) کے ساتھ قوالی سننے کی جو بدعت اختیار کر لی ہے۔ اور اس کو دائمی معمول بنایا ہوا ہے، حرام ہے۔“

(”الجامع لاحکام القرآن“ جلد: ۱۲، ص: ۵۶)

۲: علامہ عینی حنفی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

”اور جاہل صوفیوں نے موسیقی میں جو بدعات اختیار کر لی

آج کل کے بناوٹی پیر اور اہلسنت کو بدنام کرنے والے کیا پیارے آقا
عَلَيْهِ السَّلَام کو راضی کر رہے ہیں یا ناراض فیصلہ خود کر لیں۔
قوالی کے مباح ہونے کی شرائط:

- ۱: علامہ ابن عابدین شامی عَلَیْہِ الرَّحْمَہُ فرماتے ہیں:
”اور اس (سماع کے جواز) کے لئے چھ شرائط ہیں۔“
- ۱: محفل سماع (قوالی) میں بے ریش لڑکے نہ ہوں۔
- ۲: تمام حاضرین کا تعلق ایک ہی جنس سے ہو۔ (ان میں کوئی
فاسق و فاجر اور طالب دنیا نہ ہو اور نہ ہی کوئی عورت ہو۔)
- ۳: قوال کی نیت خالص ہو۔ اس کی عرض حصول اجرت
و نذرانہ نہ ہو۔

۴: محفل سماع میں شریک لوگ کھانے پینے کی غرض سے نہ
آئے ہوں۔

۵: جب تک مغلوب الحال نہ ہوں اس وقت تک کھڑے نہ
ہوں۔

۶: اور وجد کی کیفیت طاری ہو تو حقیقتاً ہو یا کاری اور بناوٹ
نہ ہو۔

حاصل بحث یہ ہے کہ ہمارے زمانہ میں سماع (قوالی) کی
رخصت و اجازت نہیں ہے کیونکہ حضرت جنید بغدادی رَحْمَہُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ
نے اپنے زمانہ میں (مذکورہ شرائط کے نہ پائے جانے کی وجہ سے) قوالی
سے توبہ کر لی تھی۔

(”ردالمحتار“ ج: ۵، ص: ۲۴۶)

مزید تفصیل کے لئے اعلیٰ حضرت مجددین و ملت مولانا
الشاہ احمد رضا خاں قادری بریلوی رَحْمَہُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ کا فتاویٰ مبارکہ کی جلد
نمبر ۲۴ کا مطالعہ فرمائیں۔ صفحہ نمبر ۱۳۵ تا ۱۶۲ تک اس تمام گفتگو کا
ماحصل یہ ہے کہ موجودہ دور کی قوالی سراسر حرام ہے۔

نمبر ۳:

رنڈیاں ناچتی ہیں:

اعلیٰ حضرت عَلَیْہِ الرَّحْمَہُ سے اس کے بارے میں سوال ہوا تو

ارشاد فرمایا کہ:

”رنڈیوں کا ناچ بے شک حرام ہے، اولیائے کرام کے
عرسوں میں بیقید جاہلوں نے یہ معصیت پھیلائی ہے۔“

(”فتاویٰ رضویہ شریف“ جلد نمبر: ۲۸، ص: ۹۲، رضا فاؤنڈیشن)

نمبر ۴:

قوال قوالی کرنے سے پہلے شراب نوشی کرتے

ہیں:

آپ حدیث نمبر ۲ اور ۳ میں شراب کی حرمت کے بارے
میں پڑھ چکے ہیں۔ مزید شراب پینے کی خرابی کیا ہے؟

”سیدنا حضرت عروہ بن رویم رَحْمَہُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ سے مروی
ہے کہ ابن الدلیمی حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رَحْمَہُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ کو
تلاش کرنے لئے سوار ہوئے! آپ نے فرمایا کہ میں حضرت عبداللہ
بن عمر رَحْمَہُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ کے پاس پہنچا تو آپ سے دریافت کیا گیا آپ
نے حضور انور ﷺ سے شراب کے متعلق کچھ پوچھا ہے؟ انہوں نے
فرمایا ہاں میں نے حضور انور ﷺ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا اگر میری
امت سے کوئی شخص شراب پئے گا تو اللہ تعالیٰ اس کے چالیس دن کی
نماز قبول نہ فرمائے گا۔“

آپ اندازہ لگائیں کہ شراب نوش کی نماز قبول نہیں ہوتی
تو جو قوالی پہلے ہی کئی حرام کاریوں کی وجہ سے حرام ہے اور پھر مزید اس
میں شراب کی وجہ سے حرمت شامل ہوگی تو اے مسلمان خدا کیلئے
انصاف سے بتا جس کام میں اتنے حرام کام جمع ہو جائیں بھلا مسلمان
کی غیرت کیسے گوارہ کرے گی کہ وہ اپنے مقدس نبی (ﷺ) کی
نافرمانی کر کے ایسے حرام کام میں جائے اور اس کو سننے اور حرام کام پر
ان کی مدد کرے یقیناً مسلمان کو ایسا کام زیب نہیں دیتا۔

نمبر ۵:

عورتوں اور مردوں کا خلط ملط ہونا:

غیر محرم عورتوں اور مردوں کا جمع ہونا حرام ہے۔ اس کی

تفصیل کے لئے ”سورۃ نور“ کا مطالعہ کریں۔

نمبر ۶:

نذر مانی جاتی ہے:

نذر کا لغوی معنی:

علامہ سیدزبیدی لکھتے ہیں:

”نذر منت کو کہتے ہیں۔ انسان جس کام کی منت مان کر اس کو اپنے اوپر واجب کر لیتا ہے اس کو نذر کہتے ہیں۔“

(”تاج العروس“ ج: ۳، ص: ۵۶۱)

نذر کا شرعی معنی:

علامہ علاؤ الدین ہسکفی لکھتے ہیں:

”نذر ایک عبادت مقصودہ ہے اور عبادت واجبہ کی جنس سے ہے۔ جیسے کوئی شخص روزہ، نماز، صدقہ، حج، اعتکاف، وقف یا کسی اور عبادت مقصودہ واجبہ کی نذر مانے۔“

(”درمختار علی ہاش ردالمختار“ جلد: ۳، ص: ۹۱)

نذر کا حکم:

نذر کا پورا کرنا واجب ہے۔ ”قرآن مجید“ میں ہے:

”وَلْيُوفُوا نُذُورَهُمْ“

(”حج“ ۲۹)

”وہ اپنی نذروں کا پورا کریں۔“

ہر چند کہ ”قرآن مجید“ سے نذر پورے کرنا الزام فرضیت کا تقاضا کرتا ہے۔ لیکن چونکہ اس آیت کی لزوم پر قطعی دلالت نہیں ہے۔ اس لئے نذر کا پورا کرنا فرض نہیں ہے بلکہ واجب ہے۔ اور لزوم قطعی نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ مطلقاً نذر کو پورا کرنا لازم نہیں ہے۔ چنانچہ معصیت کی نذر کو عبادات نافلہ کی نذر کو اور عبادات واجبہ غیر مقصودہ کی نذر کو پورا کرنا لازم نہیں ہے۔

(”ردالمختار“ جلد: ۳، ص: ۹۱ ”شرح صحیح مسلم“)

جلد: ۳، ص: ۵۳۲

اولیاء اللہ کی نذر ماننے کا معروف اور مروج غلط

طریقہ:

علاؤ الدین ہسکفی لکھتے ہیں:

”اکثر عوام فوت شدہ لوگوں کی نذر مانتے ہیں اور اولیاء اللہ کا تقرب حاصل کرنے کیلئے ان کے مزارات پر روپے پیسے، موم بتیاں اور تیل لے جاتے ہیں یہ نذر بالا جماع باطل اور حرام ہے جب تک ان چیزوں کو فقراء پر خرچ کرنے کا قصد نہ کیا جائے۔“

(”درمختار علی ہاش ردالمختار“ جلد: ۲، ص: ۱۷۵)

(”شرح صحیح مسلم مترجم“ جلد: ۴، ص: ۵۳۹)

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ ڈولی وغیرہ کی جو منت مانی جاتی ہے حرام ہے کیونکہ فضول خرچی ہے اور فضول خرچی حرام ہے۔ مزید تفصیل کیلئے ”شرح صحیح مسلم“ جلد نمبر: ۴، ص: ۵۳۹ کا مطالعہ فرمائیں۔

نمبر ۷

چرس اور بھنگ نوشی کی جاتی ہے:

اس کے متعلق نمبر ۱ میں گزارش کر چکا ہوں پڑھ لیں۔

نوٹ: اس تمام مضمون کا حاصل یہ ہے کہ میلہ اور جو کچھ میلہ میں ہوتا ہے حرام ہے اور اس میں ذرا برابر گنجائش نہیں ہے۔ ہاں مزارات پر عرس کرایا جائے جس کا طریقہ کار یہ ہو کہ تلاوت قرآن پاک پھر نعت خوانی وہ بھی ممنوعات شرعیہ ہوں اور علماء کی تقاریر ہوں پھر آخر میں حلقہ ذکر ہو اور آخر میں دعائے خیر ہو، ایصالِ ثواب صاحب مزار کیلئے ہو۔

حیات و خدمات

حضرت مولانا مفتی فیض احمد اویسی رحمۃ اللہ علیہ

اسم گرامی

پیدائشی نام محمد فیض احمد ہے آپ کے ابا و اجداد کے اسماء کچھ اس طرح ہیں والد گرامی مولانا نور احمد بن مولانا محمد حامد بن محمد کمال، قوم لاڑ سے آپ کا تعلق ہے، ابوالصالح آپ کی کنیت ہے، نسبتاً ”عباسی“ مسلکاً ”حنفی“، مشرباً ”اویسی، قادری، رضوی“ ہیں۔ آپ کا سلسلہ نسب حضور نبی کریم ﷺ کے چچا حضرت سیدنا عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جاملتا ہے اور یہ بہت بڑی سعادت کی بات ہے اور آج مفسر قرآن اور عالم باعمل ہونے میں اس خاندانی نسبت کا بھی بہت بڑا حصہ معلوم ہوتا ہے کیونکہ جب آپ کے جد بزرگوار حضرت امام المفسرین عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں تو ان کی قرابت کے فیض سے آپ کو بھی اللہ تعالیٰ نے علوم اسلامیہ کی دولت سے سرفراز فرمایا ہے۔

ولادت باسعادت:

حضور فیض ملت رحمۃ اللہ علیہ ۱۳۵۱ھ بمطابق ۱۹۳۲ء کو بستی حامد آباد تحصیل خانپور کٹورہ ضلع رحیم یار خان میں پیدا ہوئے جس کی پسماندگی کا یہ عالم تھا کہ گرد و پیش کے لوگ اس کے نام سے بھی واقف نہ تھے لیکن فیض ملت کے دم قدم سے اس گاؤں کی شہرت پاکستان بھر میں تو کیا دنیا بھر میں پہنچ کر رہی اس گاؤں کا موجودہ نام فیض ملت نے شہزادہ اعلیٰ حضرت مولانا حامد رضا خان علیہ الرحمۃ اور اپنے دادا مولانا محمد حامد علیہ الرحمۃ کی نسبت سے حامد آباد تجویز فرمایا ہے۔

تعلیم و تربیت:

ابتدائی تعلیم تو اپنے والد ماجد سے حاصل کی۔ تقریباً پانچ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

الحمد لله رب العالمین والصلوة والسلام علی سید الانبیاء والمرسلین وعلی آلتک واصحابک اجمعین اما بعد
اقلیم انسانیت کے افق پر ہر زمانہ میں ایسی روشن و تابناک ہستیاں جلوہ گر ہوتی رہیں جن کے علمی و فکری افکار رہنما اصول فراہم کرتے رہے ہیں۔ ان شخصیات کے کارنامے تاریخ اسلام کے روشن ابواب ہیں ان کی فکر میں انسانیت کے لئے رہنما اصول موجود ہیں ان کے افکار و خیالات آنے والی نسلوں کے لئے مینارہ نور ہیں۔

تاریخ اسلام ایسی روشن و تابناک ہستیوں سے بھری پڑی ہے ماضی قریب میں پروانہ شمع رسالت مجددین و ملت امام اہلسنت اعلیٰ حضرت الشاہ امام احمد رضا خاں بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جامع العلوم ذات نمایاں نظر آرہی ہے وہ خود بھی روشن تھے اور اپنے ہم نشینوں کو بھی روشن کر گئے ان کے تمام تلامذہ و خلفاء ایک سے بڑھ کر ایک مینارہ نور ہیں پھر ان حضرات نے علم و فضل کے ایسے آفتاب و ماہتاب پیدا کئے کہ جن کی علمی صلاحیتوں کے سبب عالم اسلام میں شعور و آگہی کے تارے آج تک روشن ہیں۔ سارا عالم ان کے نور علم سے روشنی اور رہنمائی حاصل کرتا نظر آتا ہے۔ پاک و ہند کی دانش گاہیں ان کے فیضان علم کی مرہون منت ہیں ان کی آغوش تربیت کے پروردہ اہل علم و فن آج عالمی سطح پر اشاعت دین اور ابلاغ علم کے اہم فرائض باحسن و خوبی سرانجام دے رہے ہیں۔ حضور مفسر اعظم پاکستان فیض ملت علامہ الحاج حافظ محمد فیض احمد اویسی رضوی محدث بہاولپوری نور اللہ مرقدہ بھی ان ہی حضرات میں سے ایک شخصیت ہیں۔

علیہ کے مبارک ہاتھوں سے رسم دستار بندی ہوئی اور سند فراغت نصیب ہوئی۔

سلسلہ طریقت:

دورانِ تعلیم ہی سلوکِ روحانی سے وابستگی کے لئے سلسلہ عالیہ اویسیہ قادریہ کے سرچشمے حضرت خواجہ محکم الدین سیرانی صاحب السیر رَحْمَةُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ خاتماہ شریف ضلع بہاول پور کے سجادہ نشین حضرت مولانا خواجہ محمد الدین صاحب سیرانی رَحْمَةُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کے دستِ حق پرست پر بیعت کی۔

۱۳۸۱ھ میں اُن کے وصال کے بعد بوساطت علامہ حسن علی رضوی میلسی، مفتی اعظم ہند مولانا مصطفیٰ رضا خاں رَحْمَةُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ ابنِ مجددین و ملت، امام اہل سنت الشاہ احمد رضا خان رَحْمَةُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ سے شرفِ بیعت کی سعادت حاصل کی۔ آپ نے نہ صرف بیعت فرمایا بلکہ سلسلہ قادریہ رضویہ کی خلافت و اجازت خاص اپنے قلم سے لکھ کر بذریعہ جٹری روانہ فرمائی۔ ذالک فضل اللہ یؤتہ من یشاء

تصنیف و تالیف:

دورانِ تعلیم ہی حضرت مفسر اعظم پاکستان رَحْمَةُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے تصنیف و تالیف کا سلسلہ شروع فرمایا اور آپ کی سب سے پہلی تصنیف کا نام ”کارآمد مسئلے“ حصہ اول اسے سب سے پہلے مکتبہ اویسیہ رضویہ حامد آباد خان پور سے شائع کیا گیا۔ اسی طرح یہ لکھنے کا سلسلہ تادم وصال جاری و ساری رہا تقریباً چار ہزار پانچ سو (۲۵۰۰) کتابیں لکھی جا چکی تھیں جن میں سے دو ہزار دو سو کتب و رسائل شائع ہوئے باقی مسودہ جات الماریوں میں اہلسنت کے مخیر حضرات کو دعوتِ فکر دے رہے ہیں۔

حضور فیض مجسم مفسر اعظم پاکستان رَحْمَةُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے اُردو، عربی، فارسی، سرائیکی، سندھی زبانوں میں گراں قدر کتابیں تحریر کی ہیں لیکن زیادہ تر کتابوں کا تعلق اُردو اور عربی فارسی سے ہے۔

دینی و ملی خدمات:

۱۹۵۲ء بمطابق ۱۳۷۱ھ میں شوال کے مہینے میں اپنے

سال کی عمر میں ناظرہ قرآن مجید پڑھ کر اپنے قریبی قصبہ ترندہ میر خان میں گورنمنٹ پرائمری سکول میں داخل ہوئے۔ ۱۹۴۲ء میں پرائمری پاس کی۔

والد ماجد رَحْمَةُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کی تمنا کے مطابق حافظ جان محمد صاحب قریبی بستی کنلاں کے پاس حفظِ قرآن کرنے کے لئے بھیجا وہاں آٹھ پارے حفظ ہو سکے۔ وہاں سے خاتماہ جیٹھ بھٹہ نزد خان پور کٹورہ کے مدرس حضرت مولانا حافظ سراج احمد رَحْمَةُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کی خدمت میں جا پہنچے۔ وہاں پراٹھارہ پارے حفظ ہو سکے۔

پچیس پارے حفظ ہونے کے بعد وہاں سے حضرت خواجہ محبوب الہی حافظ خدا بخش رَحْمَةُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کے دربار شریف خیر پور ٹامیوالی ضلع بہاول پور حافظ غلام حسین رَحْمَةُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کے پاس ۱۹۴۲ء میں مکمل قرآن مجید حفظ کر لیا اور ۱۹۴۴ء میں ریلوے اسٹیشن خانپور کی مسجد مستری کمال الدین میں پہلی مرتبہ محراب سنائی۔ آپ خود فرمایا کرتے تھے کہ جب میں نے پہلی مرتبہ تراویح میں قرآن کریم کا ختم کیا تو ہم اس کے ساتھ ۲۷ رمضان کو قیام پاکستان کی خوشی بھی منا رہے تھے اور ہندوستان سے ہجرت آنے والے مسلمان بھائیوں کا ریلوے اسٹیشن پر استقبال بھی کر رہے تھے۔

علوم عربیہ و اسلامیہ:

ستمبر ۱۹۴۲ء میں فارسی پند نامہ سعدی کا آغاز ہوا، ۱۹۴۸ء تک زلیخا سکندر مولانا اللہ بخش رَحْمَةُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کے پاس پڑھیں جبکہ صرف و نحو ہدایہ شریف، مختصر معانی، شرح جامی درسی کتب حضرت خورشید ملت مولانا خورشید احمد فیضی صاحب رَحْمَةُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ (طاہر پیر) سے پڑھیں۔ درسِ نظامی کی بقایا کتب استاد العلماء یادگار سلف حضرت علامہ مولانا عبد الکریم صاحب اعوان رَحْمَةُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ (امین آباد لیاقت پور) کے پاس مکمل کیں۔

۱۹۵۱ء میں دورہ حدیث و دیگر امہات کتب کی تعلیم کے لئے جامعہ رضویہ لائل پور میں داخلہ لیا۔ ۱۹۵۲ء بمطابق ۱۳۷۱ھ میں حضور محمدؐ اعظم پاکستان مولانا ابوالفضل محمد سردار احمد صاحب رَحْمَةُ اللہِ تَعَالٰی

گاؤں حامد آباد میں دینی درسگاہ کی بنیاد ڈالی جس کا نام آپ نے ”مدرسہ اویسیہ رضویہ منبع الفيوض“ رکھا۔ جس میں حفظ قرآن اور علوم عربیہ و اسلامیہ کی تعلیم دی جاتی اس مدرسہ میں دور دراز سے طالب علم تعلیم کے لئے جمع ہو گئے۔ گاؤں کے ماحول میں ان کا انتظام بہت ہی مشکل تھا لیکن اس ویران مقام میں درجنوں محدث، مفتی، مدرس اور سینکڑوں حفاظ تیار ہو گئے جو آج مرکزی مدارس میں خدمات انجام دے رہے ہیں اور خدمت حدیث مبارکہ اور مسند افتاء و تدریس کے منصبوں پر فائز ہیں۔

دورہ تفسیر القرآن:

۱۹۶۱ء میں مدرسہ سراج العلوم خان پور میں دورہ تفسیر القرآن کا آغاز کیا۔ پھر ۲۰۱۰ء تک نصف صدی تک پاکستان کے مختلف شہروں میں آپ دورہ تفسیر القرآن پڑھاتے رہے پاکستان کے علاوہ دنیا کے دیگر ممالک میں حضور فیض مجسم مفسر اعظم پاکستان کے علمی روحانی فیض یافتگان کی علمی میراث کی خوشبو بکھیر رہے ہیں۔

بہاولپور میں آمد:

۱۹۶۳ء میں گونا گوں مصائب اور جدید لازمی سہولیات میسر نہ ہونے کے باعث حضور فیض مجسم مفسر اعظم پاکستان نے بہاولپور میں سکونت اختیار کی اور یہیں پر پانچ کنال زمین کا ٹکڑا خرید کر آپ نے جامعہ اویسیہ رضویہ اور جامع مسجد سیرانی کی بنیاد رکھی جو کہ تادم تحریر بحمد اللہ تعالیٰ و بکرم مصطفیٰ ﷺ قائم و دائم ہے اور دین اسلام کی شب و روز ترویج و اشاعت میں مصروف عمل ہے جہاں سے ہزاروں تشنگان علوم اپنے دامن مراد سے بھر کر دنیا میں جہالت کے خلاف علم جہاد بلند کئے ہوئے ہیں۔ جہاں حفظ و ناظرہ درس نظامی دورہ حدیث و دورہ تفسیر علم میراث کے علاوہ جدید علوم پڑھائے جاتے ہیں۔

دیار حبیب ﷺ کی حاضریاں

آپ نے ۱۳۹۹ھ مطابق ۱۹۷۹ء میں پہلی بار حج کی سعادت حاصل کی پھر ۱۴۳۱ھ مطابق ۲۰۱۰ء تک (وصال شریف سے تین ماہ پہلے) ہر سال (تقریباً) رمضان المبارک میں حرمین طہیین

شریفین کی حاضری سے نوازے جاتے رہے۔ ہر سال سعادت اعتکاف اور تراویح میں ختم قرآن پاک محبوب کریم روف و رحیم ﷺ کے گنبد خضریٰ کے سایہ مسجد نبوی شریف میں حاصل کرتے رہے۔

وصال با کمال:

حضور مفسر اعظم پاکستان شیخ الحدیث فیض ملت علامہ الحاج حافظ محمد فیض احمد اویسی رضوی قادری نور اللہ مرقدہ ۱۵ رمضان المبارک ۱۴۳۱ھ مطابق ۲۶ اگست ۲۰۱۰ء (۱۱ بھادوں ۲۰۶۷ بکرمی) بروز جمعرات صبح سوا چھ بجے اپنے جامعہ اویسیہ رضویہ سیرانی مسجد بہاولپور میں نماز فجر کی ادائیگی کے بعد عالم فانی سے دار البقاء کی طرف تشریف لے گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

آپ کے وصال کی خبر دنیا بھر میں آنا فانا پہنچ گئی۔ ملک بھر سے آپ کے عقیدت مند مریدین، تلامذہ، محبین نہایت ہی سوگوار ہو کر بہاولپور کی طرف چل پڑے۔ مختلف ٹی وی چینلز نے نہایت افسوس کے ساتھ خبر شائع کی کہ عالم اسلام کی عظیم شخصیت چار ہزار سے زائد کتب کے مصنف علامہ فیض احمد اویسی انتقال کر گئے آج رات گیارہ بجے بہاولپور مرکزی عید گاہ میں ان کا جنازہ پڑھایا جائے گا۔ بعض ٹی وی چینلز تو سارا دن آپ کے وصال کی پٹی چلاتے رہے۔ صبح سات بجے سے رات ۱۲ بجے تک لاکھوں لوگوں نے آخری دیدار کی سعادت حاصل کی دیکھنے والوں کی زبان پر بوقت دیدار یہ جملہ تھا کہ عاشق مصطفیٰ ﷺ کا چہرہ چودھویں کے چاند کی طرح چمک رہا ہے۔ آپ کے چہرہ پر اک لطیف سی مسکراہٹ تھی۔ رات ساڑھے دس بجے ان کا جنازہ ان کے ادارہ جامعہ اویسیہ رضویہ سے اٹھایا گیا تو بہت رقت آمیز مناظر دیکھے گئے۔ علماء و مشائخ عظام عوام اہلسنت اپنے محبوب عالم دین سچے عاشق رسول ﷺ کے انتقال پر نہایت ہی افسردہ تھے۔ ہر سنی اٹھکبار تھا ذکر اللہ و درود و سلام کی گونج ہر طرف سے سنائی دے رہی تھی قصیدہ بردہ شریف کا ورد جاری رہا سیرانی مسجد سے عید گاہ تک انسانی سرود کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر دیکھائی دے رہا تھا۔ مرکزی عید گاہ کے ارد گرد کئی میلوں تک گاڑیوں کی لمبی لمبی قطاریں تھیں۔ موسم نہایت ہی

حضرت فیض ملت کا علمی مقام

مضت الدهور وما اتين بمثلہ
ولقد اتی فمعجزن عن نظر انہ
(زمانے گزر گئے اور نہ آیا مثل ان کا اور البتہ آیا تو اپنے نظیر سے عاجز
ہو گئے)

علامہ محمد اعجاز قادری اویسی اپنے میں مقالہ لکھتے ہیں کہ ”فیض ملت“ ایک ایسی شخصیت سے عبارت ہیں جو کہ اپنی ذات یکتا میں پوری جماعت کو سمیٹے ہوئے ہیں۔ عقل ان کی ذات میں حیرانگی کے عالم میں گم ہے کہ کس طرح ایک شخص اس قدر اوصاف اپنائے ہوئے ہے۔ علوم و فنون اسلامیہ ”جدید و قدیم“ جسے ہمہ وقت متحضر (پیش نظر) ہیں اور ان علوم و فنون میں کمال و دسترس کا یہ عالم ہے کہ ان تمام ہی علوم و فنون میں کوئی نہ کوئی کتاب لکھی ہے فقط اگر کوئی مصنف کسی ایک علم فن پر کوئی کتاب یا رسالہ لکھتا ہے تو وہ خود کو قابل ستائش گردانتا ہے اور فخر محسوس کرتا ہے مگر اس ”مظلوم مصنف“ کی کیفیات ہی کچھ اور ہیں کہ تمام ہی علوم و فنون پر خامہ فرسائی کرنے اور صحائف انبیس کو اپنے قلم سے مزین کرنے کے باوجود بھی عاجزی و انکساری کی انتہاؤں میں جا کر اپنی ذات کی ہمیشہ نئی فرماتے ہیں۔ اگر آج کا کوئی شخص 50/60 کتابوں کا مصنف ہو تو اُسے مصنفِ اعظم کہا جاتا ہے اب اگر یہی معیار ہے کہ پچاس یا ساٹھ کتب کے مصنف کو مصنفِ اعظم کہا جائے تو میرا قلم یہاں حیران ہے کہ میں اس ”مظلوم مصنف“ کو جو کہ 5000 (پانچ ہزار) کتب کا مصنف ہے کو کون سا لقب دوں۔ یہاں تو القابات بھی بہت چھوٹے نظر آ رہے ہیں مگر بفضلِ خدا فیضِ ملت کی ذات اُن سے کہیں بلند و بالا ہے کیونکہ فیضِ ملت نے یہ کام شہرت و لقب پانے کے لئے نہیں کیا بلکہ خدا و رسول ﷺ کو راضی کرنے کے لئے کیا ہے اسی لئے اللہ تعالیٰ نے آپ کے خلوص و محبت اور کمالِ عاجزی کی برکت سے آپ کو وہ کمال و نام عطا فرمایا جس کی مثال نہیں ملتی۔

خوشگوار تھامینہ منورہ سے آنے والی ٹھنڈی ہوائیں شرکائے جنازہ کے دل و دماغ معطر کر رہی تھیں یوں لگ رہا تھا کہ۔

بادِ صبا اتنی کیوں معطر ہے
سبز سبز گنبد کو چوم کر چلی ہو گئی
مسک رضا کے پاسان کا عظیم جنازہ امام احمد رضا رحمہ اللہ کے اس شعر کا مظہر تھا کہ۔

عرش پر دھوئیں مچیں وہ مومن صالح ملا
فرش سے ماتم اٹھے وہ طیب و طاہر گیا
رات گیا۔ بجکر بیس منٹ پر مرکزی عید گاہ بہاولپور میں (راقم الحروف) مدینے کا بھکاری الفقیر القادری محمد فیاض احمد اویسی رضوی کی امامت میں تقریباً ایک لاکھ افراد نے جنازہ پڑھا۔ امیر جماعت اہلسنت مظہر غزالی زماں صاحبزادہ سید مظہر سعید کاظمی مدظلہ نے دعا فرمائی۔ فقیر نے اعلان کیا کہ میرے والد گرامی نے زندگی بھر در رسول کریم ﷺ کی گدائی کی ہے عشقِ رسول ﷺ کی خیرات تقسیم کرتے رہے۔ ہر خاص و عام سے اپیل ہے کہ در مصطفیٰ کریم ﷺ کے بھکاری کا آخری دیدار ضرور کر کے جائیں تاکہ دنیا والے دیکھ لیں عشقِ نبی کریم ﷺ میں زندگی گزارنے والے کا چہرہ کیسا روشن ہے۔ جنازہ کے بعد عید گاہ کے کھلے میدان میں آخری دیدار کرایا گیا۔ اک عجیب سا منظر تھا لوگ اپنے محبوبِ علمی و روحانی قائد کا دیدار کر کے اشکبار تھے۔ جوں ہی نورانی چہرے پر نگاہیں جاتیں سبحان اللہ کی صدائیں آتیں نعت و درود و سلام کی پرکیف صداؤں سے ماحول نہایت ہی معطر ہو گیا۔ آخری دیدار کرنے والے ہزاروں لوگ شاہد ہیں کہ اس سچے عاشقِ رسول ﷺ کے چہرے پر انوارِ الہی کا نزول تھا۔ چہرے پر اک لطیف قسم کی مسکراہٹ تھی رات گئے تک چہرے کا دیدار کرایا جاتا رہا۔ لیکن خلقت کے جھوم کا یہ عالم تھا کہ اگر یہ سلسلہ صبح تک جاری رہتا تو ختم نہ ہوتا۔ اس کے بعد جامع مسجد سیرانی جامعہ ادیبیہ رضویہ کی طرف ذکر اللہ و نعت و درود و سلام کی دلنواز صداؤں میں جنازہ واپس لایا گیا یہاں بھی زیارت کا سلسلہ جاری رہا رات کے ۱۲ بجکر ۱۱ منٹ پر قصیدہ بردہ شریف کی گونج کے ساتھ لحد میں اتارا گیا۔

داخلہ کا اعلان

مرکزی الجامعۃ الاشرفیہ علی مسجد گجرات میں

شعبہ تجوید و قرآنہ درس نظامی دورہ حدیث میں داخلہ جاری ہے

نئے تعلیمی سال کی کلاسیں صبح 9 بجے ہفتہ 12 شوال 1432ھ / 10 ستمبر 2011ء کو شروع ہوں گی۔ انشاء اللہ تعالیٰ

شرائط داخلہ پابندی وقت ضروری ہے۔

تجوید و قرآنہ اس میں داخلہ کیلئے پختہ منزل حافظ قرآن ہونا ضروری ہے۔

درس نظامی اس میں داخلہ کیلئے مڈل پاس ذہین و تندرست ہونا ضروری ہے۔

دورہ حدیث اس میں داخلہ کیلئے ضروری ہے کہ طالب علم نے تنظیم المدارس کے

نصاب کے مطابق درجہ عالمیہ سال اوّل کا امتحان پاس کر لیا ہو۔
فاضل عربی بھی قابل ہوگا۔ مگر وہ تنظیم المدارس کی اجازت کے
ساتھ ہی تنظیم کے سالانہ امتحان میں شمولیت کر سکے گا۔

تمام شعبہ جات میں داخلہ بعد
از میسٹ میرٹ کی بنیاد پر ہوگا۔

منجانب ابوالنبیل محمد بیل عظمیٰ شعبہ نشر و اشاعت الجامعۃ الاشرفیہ محلہ علی مسجد گجرات

فون نمبر: 053.3525149/3515921/0321.6209101/0333.8403147